شب برات۔ نسبتوں کے اعلان و اظہار کی رات

شب برات۔ معافی یا رسم معافی؟ عموماً شعبان کی رات آنے سے پہلے ایک رسم شروع ہو جاتی ہے جسے "معافی نامہ" کہا جاتا ہے

★ ★ ★ ★ ★

سید التابعین حضرت اویس قرنی

حضرت اویس قرنی نے حضور علیہ السلام کے زمانے میں ہی اسلام کو گلے لگایا لیکن انہیں حضور کی زیارت نہیں ہو سکی کیوں کہ آپ اپنی ماں کی خدمت میں رہا کرتے تھے

عصر حاضر کا دین ابراہیمی اور عالم عرب کے بہکتے قدم

امت کو مایوسی نہیں، امیدوں کا تحفہ دیں

ہماری قوم معمولی سی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے ساتھ بہت کچھ کر گزرنے کا مزاج رکھتی ہے، اس لئے اس کی قومی تربیت کے لئے مایوسی سے زیادہ امیدوں کی ضرورت ہے

مسئلہ حجاب ہے یا کچھ اور؟

کیرالہ کی تین عیسائی لڑکیاں اور سپریم کورٹ کا تاریخی فیصلہ

صوفیہ کی خدمتِ خلق والی سنت ہی مسلم قیادت کو زندہ کر سکتی ہے

عملی سیاست کے مسلم قائدین اگر انتخابی سیاست میں فتح یابی سے پہلے صوفیہ کی "خدمت خلق" والی سنت کو زندہ کریں اور فتح یابی کے بعد سرکاری امداد کو عوامی مفادات میں منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کریں تو مسلم قیادت کی کامیابی یقینی ہے۔

بندیل کھنڈ کے ہم نام پنج گنج قادری

انگریزی اور بنگلہ زبان میں چار دینی کتابوں کی رونمائی

26 FEBRUARY-2022
24TH RAJAB-1443 H
ON SATURDAY

منعقدہ: ۲۶؍فروری ۲۰۲۲ء
۲۴؍رجب ۱۴۴۳ھ بروز سنیچر

بموقع معراج النبی کانفرنس کولکاتا

دَارُالتَّرجمہ وَالنَّشر پنچنو گرام گلشن کالونی کولکاتا میں معراج النبی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مہمان خصوصی حضرت مولانا سید محمد امان میاں قادری برکاتی مصباحی (صاحب زادہ، ولی عہد سجادہ تاج العلماء، حضرت امین ملت) ڈائریکٹر البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر علی گڑھ کے مبارک ہاتھوں سے دارالترجمہ کی طرف سے مطبوعہ انگریزی اور بنگلہ زبانوں میں چار کتابوں کی رونمائی ہوئی۔ مفتی رضوان الرحمان فاروقی علیہ الرحمہ کی کتاب "میاں بیوی کے حقوق" اور علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کی کتاب "خواتین اسلام" کا بنگلہ اور انگریزی ایڈیشن شائع کیا گیا۔ دونوں اردو کتابوں کا ترجمہ دارالترجمہ کے ارکان ڈاکٹر صدرالاسلام مصباحی، ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی اور ڈاکٹر علی رضا مصباحی نے کیا ہے۔ محفل کا آغاز صبح نو بجے ہوا، پہلے متعدد ابتدائی مدرسوں کے نونہالوں کے درمیان اسلامی کوئز مقابلہ ہوا، اُن میں کامیاب بچوں کو ڈاکٹر سجاد عالم کے ہاتھوں سے انعام دیا گیا پھر علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ اخیر میں مہمان خصوصی حضرت سید محمد امان میاں نے قوم کے بچوں تک دین کو پہنچانے کے آٹھ نکات بیان فرمائے۔ ادارہ کے ڈائرکٹر مولانا روشن ضمیر نوری نے تمام مہمانوں کا شکریہ نامہ اور اپنے عزائم و منصوبے پیش کیے پھر صلوٰۃ وسلام اور دعا پر محفل ختم ہوئی۔ یہ کوئی عوامی جلسہ نہیں تھا، اس لیے صرف منتخب ائمہ صاحبان علمائے کرام اور عصری جامعات سے وابستہ افراد ہی مدعو تھے اور گول میز کانفرنس کا حصہ تھے۔ خاص طور پر مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال کے اراکین اور جامعہ عبد اللہ بن مسعود، جامعہ معینیہ کمرہٹی، دارالعلوم تیغیہ معینیہ خضر پور کے اساتذہ اور تینوں مترجمین کے علاوہ مفتی رحمت علی مصباحی، مفتی مختار عالم رضوی، مولانا نوشاد عالم مصباحی، مولانا محمد فاضل مصباحی، مولانا فاروق خان رضوی، مولانا مشاہد احمد رضوی، مولانا فیض عالم مصباحی، مولانا شمیم احمد مصباحی، مفتی عابد رضا مصباحی، مولانا احمد رضا مصباحی، مولانا اکبر علی مصباحی، مولانا غلام آسی مصباحی، مولانا محمد عالم مصباحی، مولانا نثار احمد مصباحی، مفتی اشتیاق احمد مصباحی، مولانا مرشد القادری، مولانا فہیم الزماں قادری اور مولانا مشرف عالم رضوی موجود تھے۔ نظامت کے فرائض دارالترجمہ کے نگراں مولانا قمرالدین مصباحی نے انجام دیے۔

ڈائریکٹر
مولانا روشن ضمیر نوری

نگراں
مولانا قمرالدین مصباحی

DARUL TARJAMA WA NASHR
TRANSLATION & PUBLISHING HOUSE
49/d, Gulshan Colony, Martingpara, Pahnchannogram, Kolkata-100
e-mail : rosanjamir@gmail.com, mqmisbahi108@gmail.com - Contact : 9831309786, 9903216108

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبد الحق محدّث دہلوی
2. مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی
4. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجدّدی رام پوری
8. علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی
9. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
11. سیّد شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجدّدی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سیّد شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق وصداقت کا نقیب وترجمان

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

اپریل ۲۰۲۲ء

شعبان المعظم / رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

جلد ۲۵ — شمارہ ۴

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۳۰ روپے
سالانہ	۳۵۰ روپے
اعزازی	۱۱۰۰ روپے
تاحیات	۱۰۰۰۰ روپے
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

Published, P rinted & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin R azvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From
Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

ماہنامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay & Phonepay
9911971593
Contact-No.
9350505879

مراسلت وترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنزالایمان

نمبر شمار	نشانِ منزل	شرکائے سفر	منزلیں	صفحہ نمبر
۱	اداریہ	محمد ظفرالدین برکاتی	صوفیہ کی خدمت خلق والی سنت ہی مسلم قیادت کو زندہ کرسکتی ہے	۵
۲	انوارِ قرآن	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی بنیاد ہے	۹
۳	انوارِ حدیث	افتخار احمد قادری برکاتی مفتی محمد نظام الدین رضوی	ماہ شعبان اور شب برأت کے فضائل شب برأت سے پہلے اور شب برأت میں	۱۲
۴	شرعی احکام	محمد اسد عطاری قادری خلیل احمد فیضانی	شب برأت۔ واقعی معافی یا رسم معافی؟ فرائض ذمہ باقی رہتے ہوئے نوافل کی ادائیگی کا حکم	۱۵ ۱۷
۶	عقیدہ و نظریہ	محمد حشیم الدین قادری	افکارِ تطہیر کی روشنی میں ذکر الٰہی (پہلی قسط)	۱۹
۷	اصلاح معاشرہ	محمد اسلم رضوی چشتی	شب برأت، نسبتوں کے اعلان واظہار کی رات	۲۱
۸	شخصیات اسلام	منصور عالم برکاتی علیمی ڈاکٹر جاوید احمد خاں	تاج دارِ ولایت حضرت علی مرتضیٰ مولیٰ مشکل کشا سید التابعین حضرت اویس قرنی	۲۴ ۲۸
۹	نقوش رفتگاں	محمد یاسر رضا قادری	بندیل کھنڈ کے ہم نام پنج گنج قادری (پہلی قسط)	۳۰
۱۰	پس منظر	محمد کمال الدین اشرفی	خانوادۂ اشرفیہ اور خانوادۂ رضویہ کے تعلقات	۳۴
۱۱	منظر نامہ	مہتاب پیامی مبارک پوری	عصر حاضر کا دین ابراہیمی اور عالم عرب کے بہکتے قدم (پہلی)	۴۰
۱۲	فکر امروز	محمد نوید سیف حسامی	کیرالہ کی تین عیسائی لڑکیاں اور سپریم کورٹ	۴۴
۱۳	فکر فردا	خالد ایوب مصباحی شیرانی	امت کو مایوسی نہیں، امیدوں کا تحفہ دیں	۴۶
۱۴	ہمارا بھارت	غلام مصطفیٰ نعیمی	مسئلہ، حجاب ہے یا۔ کچھ اور؟	۴۹
۱۵	بزم ادب	عطاء الرحمٰن شیخ فضل الرحمٰن	سید محمد اشرف کی شاعرانہ عظمت	۵۲
۱۶	بزم سخن	شعرائے اسلام	نعت رسول پاک، مناقب	۵۷
۱۷	بزم عام	محمد صادق رضا مصباحی	مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی	۶۰

اداریہ

صوفیہ کی خدمت خلق والی سنت ہی مسلم قیادت کو زندہ کر سکتی ہے

محمد ظفر الدین برکاتی★

بھارت میں ''آپدا میں اوسر'' کا محاورہ (موقع پرستی) بڑا مشہور ہے جس کو بی جے پی نے خوب نبھایا اور بھنایا ہے۔ بھارت کے تعلیمی نصاب کو زعفرانی رنگ میں رنگنے کا خطرناک منصوبہ کرونا کی ''آپدا'' کے زمانے میں طے کیا گیا ہے جس کے تحت پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات میں ویدوں اور گیتا کو بھرپور جگہ دی گئی ہے جب کہ بھارت کی صاف ستھری انسانی تاریخ اور اسلام اور مسلمانوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے تا کہ بھارت کی آئینی جمہوری تاریخ کا رخ بدلا جا سکے، اسی لئے بھارت کی تاریخی شخصیتوں اور مجاہدین آزادی کے نام وکام اور تعارف میں بھی زعفرانی ضرورت کے تحت بڑی تبدیلی کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

یاد رکھنے والی تاریخ اب یہ ہے کہ ایسی بہت سی تبدیلیوں کو بھارت کے لوگوں کی سوچ بنانے اور بھارت کے شہریوں کے ذریعہ ہی ضرورت اور تقاضہ بنانے کی سیاست کی جانے لگی ہے جس میں انھیں ہم کامیاب ہوتے دیکھ رہے ہیں پھر کہا جائے گا کہ یہ تبدیلی بھارت کی سوچ ہے۔

آر ایس ایس کا ماننا ہے کہ اگر ''بھارت کے لوگوں'' کا ۴۰۔۵۰ فیصد حصہ بھی بھارت کے قومی تعلیمی نصاب میں تبدیلی کو ''ضرورت اور تقاضہ'' تسلیم کر لے تو باقی سیکولر شہری دیکھتے اور تکتے رہ جائیں گے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اسی سوچ کا سیاسی منظر نامہ ''مودی ہے تو ممکن ہے'' کا چناوی عنوان ہے جس کی بنیاد اِس سوچ پر یقین رکھنے والوں کا ''سب کا ساتھ، سب کا وِکاس، سب کا وِشواس'' کی مودی وادی دو نظری سوچ پر ایمان لانا ہے لیکن ہماری قوم وملت کا مسئلہ یہی ہے کہ ہم اپنوں پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اپنوں کی اچھی اور سچی باتوں پر کان بھی نہیں دھرتے بلکہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں نہ خود آگے بڑھتے ہیں نہ اپنی اچھی سوچ کو آگے بڑھا پاتے ہیں، نہ اپنے قومی ملی اور جماعتی افراد کو آگے بڑھنے دیتے ہیں یعنی ہم ''کرنا ہے اور آگے بڑھنا ہے'' کا سبق بھول چکے ہیں اور ''نہ کرنا ہے نہ آگے بڑھانا ہے'' کا تعویذ پہن لیا ہے۔ اِس تعویذ کا فائدہ یہ ہے کہ اپنی جماعت، اپنی ملت اور اپنی قوم کے خیر خواہ قائد، ملی رہنما، تعلیمی سیاسی لیڈر پر کبھی یقین نہیں ہو پائے گا، اپنی خیر خواہی صرف اُس کی خیر خواہی دِکھے گی، اپنا سیاسی سماجی فائدہ صرف اس کا سیاسی فائدہ نظر آئے گا، اپنے روشن مستقبل کی امید، صرف اس کے مستقبل کی روشنی نظر آئے گی۔

اِس تعویذ کا ایک دلچسپ اور دل فریب فائدہ یہ بھی ہے کہ عملی اور نظریاتی سیاست میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں لیکن ہم نے انتخابی سیاست میں ''بی جے پی کو ہرانا ہے'' کا وظیفہ یاد کر لیا ہے، اس لئے ہم نے کسی دوسرے پیر فقیر کا وظیفہ ''خود جیتنا ہے اور اپنوں کو جیتانا ہے'' کا وظیفہ پڑھنا حرام سمجھ لیا ہے حالاں کہ دوسرا پیر، کوئی اور نہیں، اسلام ہے۔ دین اسلام نے ہمیں کسی کو زیر کرنے، ہرانے اور گرانے سے بہر حال منع کیا ہے کیوں کہ اس سے مومنوں کی ہوا خراب ہوتی ہے البتہ خود کو بھی اور خودی کو بھی آگے بڑھانے اور ترقی دینے کا حکم دیا ہے۔ اپنوں کو آگے بڑھتے دیکھ کر خوش ہونے پر اجر وثواب بھی ملنے کی امید ہے جس کی برکت سے اپنی ہوا بھی خراب ہونے سے محفوظ رہ سکتی ہے لیکن ہماری قوم کو ہمیشہ کسی کو ''ہرانے'' کا سیاسی سماجی تعویذ گنڈہ دینے اور پہنانے والے مولویوں اور سیاسی دانشوروں نے اتنا موثر تعویذ دیا ہے کہ اپنے کتنے اچھے اور سچے خیر خواہ بھی بے اعتباری کا عذاب جھیل رہے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جن کو ہرانے کے لئے یہ تعویذ پہنایا جاتا ہے وہ اپنا ہر کام اعلانیہ کرتے ہیں لیکن اِس تعویذ کا دُہرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اعلانیہ بھی نارمل نظر آتا ہے، کوئی انکشاف بھی اپنے بھائی کا مفاد نظر آتا ہے۔ اِس تعویذ کا سب سے خطرناک فائدہ یہ ہے کہ ہر موسم، ہر حال اور ہر صورت حال میں مومنوں کے حق میں ایک کافر، مشرک کی سازش اور سیاسی زور کو توڑنے والا مشرک اور کافر ہی ہو سکتا ہے، یہ کام کوئی بھارت کا مسلمان لیڈر کر ہی نہیں سکتا، یہ یقین ایمان کا درجہ پا چکا ہے۔

تعویذ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایک مومن کے حق میں کسی مومن کی خیر خواہی اور سیاسی جمہوری اقدام وعمل پر یقین کرنا، دین اسلام کی سیاسی

تدبیر کے خلاف معلوم ہونے لگتا ہے ،تعمیر کی بات بھی بہت سوں کو تخریب معلوم ہوتی ہے اور ہماری تدبیر بھی تقدیر کے خلاف لگتی ہے حالاں کہ یہ محض ایک امکانی مسئلہ ہے کہ ایک سیکولر کا فرمشرک ،ایک انتہا پسند کا فرمشرک کے سامنے کھڑا ہے تو مومن کا کچھ نہیں بگڑنے والا لیکن کیا یہ بھی ایک امکانی مسئلہ اور مفروضہ ہے کہ مومن ہی مومن کا خیر ہوتا ہے؟ اور خیر خواہی کا نام ہی دین اور مومن ہونا ہے؟

اب واضح لفظوں میں سمجھ لیں کہ بھارت میں ۲۰۔۲۵ فیصد مسلم آبادی کے لئے اس کی مدد سے اس کی تعمیر وترقی اور خدمت کے لئے کسی مسلم سیاسی جماعت کی زمینی سطح پر کامیابی مشکل ہے، یہ سوچ مسلم سماج کے اکثر افراد کی سوچ بن چکی ہے۔ان کا ماننا ہے کہ اس سے باقی اکثریتی فیصد غیر مسلم ،مذہب کے نام پر متحد ہو گیا تو باقی ماندہ امیدوں پر بھی پانی پھر جائے گا لیکن یہ ''مشکل سی کامیابی'' کیا ممکن ہونے کی عملی، اقدامی اور تدبیری سیاست کے بھی خلاف ہے؟ کیا یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک مسلم قیادت کی دہلیز سے اٹھنے والی مسلم سیاسی جماعت کامیاب ہو؟

حیرت ہے کہ ایک ایسے دیش جس کا کوئی آئینی اور سرکاری مذہب نہیں ، میں رہنے والا شر پسند ،فرقہ پرست، آئین دشمن شہری ''ہندو راشٹر کا دستور'' بنانے کا اعلان نہیں بلکہ بنا کر شائع کرسکتا ہے اور ہر دن اس کی حمایت اور تعاون پیش کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی زمینی منصوبہ بند کرسکتا ہے اور اس حد تک کامیاب ہوسکتا ہے کہ ۱۹۲۵ء سے ۲۰۲۵ء تک ۲۵ کروڑ غیر مسلموں کو ہم نوا بنالے اور مزید ۲۵ کروڑ کو ہم نوائی کے قریب کرلے اور نافذ کرنے کی کلید ''سیاسی اقتدار'' اور ''جمہوری سیاسی غلبہ'' حاصل کرلے۔ایسے دیش میں بھی ہم اِسے ممکن نہیں مانتے کہ ۲۵۔۳۰ کروڑ کی مسلم آبادی سے اٹھنے والے قائدین ،دستورِ ہند کی حفاظت اور بھارتی شہریوں کے آئینی حقوق کی پاس داری میں کامیاب ہوں گے جیسا کہ ۱۹۲۵ء سے ۸۱۔۱۹۸۱ء تک ہندو راشٹر والی سیاسی سوچ کے حوالے سے یہی سوچ تھی کہ یہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے لیکن ایمان ویقین سے انھیں ''کبھی کامیاب نہیں ہوں گے'' کا وظیفہ پڑھنے والے آج دیکھ رہے ہیں کہ آج تاریخ کروٹ لے رہی ہے پھر بھی ہمارا یقین ہے کہ مسلم قیادت کے ذریعہ بھارت کے شہریوں کے لئے بھارت کی سیاسی جنگ میں ہماری فتح ممکن نہیں۔

ذاتی طور پر ہماری سوچ یہ ہے کہ عملی سیاست کے مسلم قائدین اگر انتخابی سیاست میں فتح یابی سے پہلے صوفیہ کی ''خدمت خلق'' والی سنت کو زندہ کریں اور فتح یابی کے بعد سرکاری امداد کو عوامی مفادات میں منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کریں تو مسلم قیادت کی کامیابی یقینی ہے۔

☆☆☆

z.barkati@gmail.com

خانقاہ برکاتیہ کا پیغام ملت اسلامیہ کے نام

''نہ ہم نیاز کے منکر ہیں نہ نماز کے لیکن نیازوں پر جو لاکھوں خرچ ہوتا ہے، ان میں اکثر دِکھاوا ہوتا ہے۔ نیاز کروگے اور بے ایمانی کروگے، لوگوں کا حق مارو گے تو نیازیں کہاں قبول ہوں گی؟ آج بعض اسکولوں میں ہماری بچیوں کے حجاب کو لے کر جو پابندیاں لگائی جارہی ہیں کیا ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ ہمارے یہاں نیازوں اور چادروں پر جو لاکھوں کروڑوں خرچ ہوتے ہیں اُن کو کم کر کے ہر شہر اور گاؤں میں اسکولوں اور تعلیمی اداروں کا قیام کریں اور ہمارے بچے اور بچیاں ہمارے ہی اداروں میں تعلیم حاصل کریں تا کہ اُنھیں کسی قسم کے مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یقیناً ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ ہر گاؤں، ہر قصبے اور شہر میں ہم اپنا اسکول قائم کریں اور تعلیم کو عام کریں۔ اِس دور میں ہمیں تعلیم کے میدان میں بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ساتھ ہی یہ دور آپس میں محبتیں پھیلانے کا دور ہے، نفرتیں ختم کریں، نفاق سے دور رہیں اور متحد رہیں۔ خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ یہی چاہتی ہے کہ تمام سنی ایک ہو جائیں۔'' (**خطاب: سید نجید حیدر نوری**) ۱۱ رجب ۱۴۴۳ھ ۱۳ فروری ۲۰۲۲ء، بروز اتوار

عزیزان گرامی! سلام مسنون! چند روز قبل کرناٹک کے ایک تعلیمی ادارے میں ملک کی سالمیت اور آئین کی بالا دستی کو مجروح کرنے والے زعفرانی ذہنیت میں رنگے ہجوم نے ایک باوقار ہندوستانی بیٹی کو حجاب کے ساتھ تعلیمی ادارے میں داخل ہونے پر گھیرا بندی کر کے عورت ذات کی عظمت، ہندوستانی ثقافت اور جمہوری آزادی کا جس طرح مذاق آیا، اس کی ہم اراکین خانقاہ قادریہ برکاتیہ سخت مذمت کرتے ہوئے اپنے شدید غم اور غصے کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں نفرت وتشدد کے زعفرانی سفیر، ملک کی خیر سگالی اور قومی یکجہتی کو پامال کرنے کے لئے ملک کی دوسری سب سے بڑی اکثریت کے خلاف سماج میں نفرتیں گھول کر بدامنی پھیلانے کی سازشیں رچ رہے ہیں۔ ہندوستان جیسے بڑے جمہوری ملک میں جہاں تمام ہندوستانی قوموں کو اپنی پوری سماجی اور مذہبی آزادی کے ساتھ رہنے کے حقوق حاصل ہیں، وہاں بین المذاہب تفریق اور تشدد کا ماحول پیدا کر کے مذہب اسلام، قرآن مجید اور بانی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے سوشل میڈیا پر کیے جارہے ہیں لیکن افسوس حکومتیں خاموش ہیں، سیاسی رہنما مصلحتوں کی چادریں تانیں سو رہے ہیں، قانون ساز ادارے منھ پر تالے لگائے ہوئے ہیں، ملک کی سیکولر برادری بے بس اور لاچار ہو کر فرقہ واریت اور نفرتوں کا تماشا دیکھ رہی ہے۔ ہم نے اس ملک کی آزادی کے لئے جان ومال کے نذرانے پیش کیے ہیں، بھارت کی گنگا جمنی تہذیب، دستورِ ہند کی بالادستی اور ملک کی ترقی کے لئے ۱۸۵۷ء سے لے کر دورِ حاضر تک اپنا مخلصانہ تعاون پیش کیا ہے لہٰذا ہم اِس ملک میں فخر وانبساط کے ساتھ سر اٹھا کر دستورِ ہند کی روح کے مطابق جینے کا عزم رکھتے ہیں اور اُس میں کسی بھی طرح کی رخنہ اندازی اور زبردستی کی مکمل طور سے تردید کرتے ہوئے اُسے نامنظور کرتے ہیں اور حکومتی ایوانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ شر پسند عناصر کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے تا کہ ملک میں امن کی فضا قائم ہو۔

خانقاہ قادریہ برکاتیہ ملت اسلامیہ کے تمام علمائے کرام، مشائخ ذوی الاحترام، دانشوران ملت، اسلامی تنظیموں اور اداروں کے قائدین اور بالخصوص نوجوانانِ ملک ودخترانِ اسلام سے اپیل کرتی ہے کہ باہمی اتحاد واتفاق کے ساتھ اشتراک عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے قانونی حدود میں اِن تمام اسلام مخالف تحریکوں اور تنظیموں کے خلاف اپنے زبان وقلم سے پرامن احتجاج کو جاری رکھیں۔

ہم اپنی قوم کی بچیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ حجاب اور پردہ، مذہب اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں، اسی لباس میں اعلیٰ درجے کی تعلیم کے حصول کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے اِس ملک کو تقسیم ہند کے موقع پر اپنی خوشی سے پوری آزادی کے ساتھ رہنے کے لے چنا ہے۔ ہم اس وطن کے وفادار بھی ہیں اور یہاں پرامن وخوشحالی کے طرف دار بھی۔

خانقاہ برکاتیہ کے ذمہ داران اپنے لاکھوں متوسلین کے ساتھ اپنی قوم کی بچی بی بی مسکان اور اُس جیسی تمام بیٹیاں جو حجاب اور پردے کی خاطر احتجاج کر رہی ہیں ان کی ہمتوں کو سلام کرتے ہوئے ان سب کو جرأت مندی کے لئے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے طفیل ہمارے اسلامی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے اِس ملک میں امن وامان اور شانتی کا دور دورہ قائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعا گو: سید محمد امین قادری، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف۔ سید نجیب حیدر نوری، سجادہ نشین: خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

ماہنامہ کنز الایمان ،فروری ۲۰۲۲ء باصرہ نواز ہوا۔غالباً سبھی مضامین علمی اور پر مغز ہیں۔انصار احمد مصباحی کا مضمون ''مذہبی جلسوں کو خرافات سے پاک کرنے کی ضرورت'' قابل ستائش ہے۔یہ درست ہے کہ بیشتر نقیب القاب کے انتخاب میں حد درجہ غلو کے شکار بن بیٹھتے ہیں۔ابھی دار العلوم میں قدم رکھا کہ علامہ اور مفتی کے لقب سے ملقب کیے جانے لگتے ہیں یا دو تین برس مدرسے میں گزار لیے تو نائب رسول سے موسوم کیے جانے لگتے ہیں جس سے حقیقی وارثین انبیا کے تقدس پامال ہو رہے ہیں۔حد تو یہ ہے کہ دو تین جماعت کے پڑھے ہوئے مولوی کو اگر مولوی صاحب کہہ دیا جائے تو برہم ہو جاتا ہے کہ مجھے علامہ صاحب نہیں مولوی صاحب کہہ رہے ہو جب کہ قرآن حکیم کا اعلان ہے ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو''

محمد حبیب اللہ ازہری کا مضمون ''ہندوستانی مدارس میں تعلیمی و تدریسی مناہج کی صورت حال'' حالات حاضرہ کے مطابق کافی موزوں اور اعلیٰ ہے جو جامعہ حنفیہ رضویہ، مانک پور، پرتاپ گڑھ ''حنفی سیمینار'' کی ایک مختصر رپوٹ ہے جس کے اوپر مدیر مسئول مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے بھی اپنے خیالات کا عمدہ اظہار کیا ہے۔راقم الحروف کو بھی ۱۳ نومبر ۲۰۲۱ء کو حنفی سیمینار میں تصوف کے حوالے سے مقالہ کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔خاکسار نے اِس بات پر زور دیا ہے کہ مدرسے کے نصاب میں تصوف کو شامل کیا جائے اور ابتدا میں علم تجوید سے طلبا کو ضرور آشنا کیا جائے کیوں کہ تلفظ کے ساتھ صحیح ادائیگی کا علم ہونا اشد ضروری ہے۔مبین احمد جامعی کا مضمون ''علما کی جماعت میں آلم ہیں بے شمار'' کا آخری پیراگراف پسند آیا۔موصوف نے کیا خوب آئینہ دِکھایا ہے۔ضرورت ہے کہ ہمارے علما دانش مندی کا مظاہرہ کریں اور آپس میں اتفاق پیدا کریں۔ہم سواد اعظم کا پرچم بلند کرنے کی بجائے مسلکی جھگڑے میں الجھے ہوئے ہیں جس سے سواد اعظم کا شیرازہ بکھرتا ہوا نظر آرہا ہے۔الہ آباد کمپنی باغ (الفریڈ پارک) کی تاریخی مسجد کی طرح ملک بھر میں کئی مساجد کافروں نے شہید کر دِیے کیوں کہ ہم میں اتحاد نہیں رہا۔بریلی مسلک اور خانقاہی مسلک ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں جب کہ دونوں ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں۔صد حیف! ہم فروع کو اصول پر فوقیت دے کر مسلک اعلی حضرت کو داغ دار کر رہے ہیں۔ہم نہ سنبھلے تو اِس قدر خسارے کی طرف چلے جائیں گے جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔اس کے علاوہ ڈاکٹر غلام زرقانی، مدثر حسین اشرفی اور مولانا عبد المبین نعمانی وغیرہ کے مضامین بھی خوب سے خوب تر ہیں۔

آخر میں اداریہ پر اپنا تاثر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کے مطالعہ سے میرا دل باغ باغ ہو گیا بلکہ اسی کی وجہ سے چند سطریں رقم کرنے پر مجبور ہوا۔قوت اہل سنت مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے اپنا اداریہ بعنوان ''مذہب و مسلک اور مسئلہ و مقصد میں فرق کیا جانا چاہیے'' لکھ کر جس دیانت داری اور بے باکی کا ثبوت پیش کیا، وہ قابل ستائش اور لائق مبارک باد ہے۔اِس پرفتن دور میں ایسے مسئلہ پر قلم اٹھانا مرد مجاہد کی دلیل ہے۔گذشتہ اداریہ کی طرح اِس بار بھی موصوف نے ناموس رسالت پر ہمارے سرخیل علما کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی ہے۔یہ درست ہے کہ سیاسی رہنما کی طرح ہمارے بعض علما بھی مفاد پرست ہو گئے ہیں۔یہی سبب ہے کہ مذہب و مسلک اور مسئلہ و مقصد میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ہم اپنے ذاتی مفاد کے لئے سواد اعظم کا جنازہ نکال رہے ہیں۔اسوۂ حسنہ کو بالائے طاق رکھ کر فروعی مسائل میں الجھے ہوئے ہیں اور حق پرستی کی بجائے نفس پرستی کے شکار ہو گئے ہیں جس کے باعث ناموس رسالت کی حرمت پر آنچ آنے لگی ہے۔خود کو بڑا ثابت کرنے کے لئے جھگڑے کا بازار گرم ہے۔کہیں خانقاہی جھگڑا تو کہیں مرکزی جھگڑا۔کہیں مسلکی جھگڑا تو کہیں سلسلہ اور امامت کا جھگڑا تو کہیں رویت ہلال اور قاضی شہر کا جھگڑا عام ہے۔الہ آباد میں قاضی شہر کا جھگڑا اِس وقت منظر عام پر ہے۔اللہ جل مجدہ الکریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خلیفہ مجاہد ملت سید مقبول حسین حبیبی کو دائمی شفا و صحت اور عمر خضر عطا فرمائے اور مفتی شفیق احمد شریفی اور مولانا مجاہد حسین رضوی کے درمیان اختلاف کو دور فرما کر ہمیں ان کی سرپرستی نصیب فرمائے۔آمین

محب گرامی مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے اداریہ کے ذریعہ وارث انبیا ہونے کا حق ادا کیا ہے اور ہمارے سینے میں عشق رسول کا شعلہ بھڑکا کر آپسی نفاق کو دور کرنے کی سعی کی ہے۔بقول علامہ اقبال ''یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے''

ڈاکٹر طالب اکرام عباسی، الہ آباد، یوپی.talibikram3@gmail.com

انوارِ قرآن

عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی بنیاد ہے

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی ★

عقیدۂ توحید کا زبان ودل سے اقرار ہی دنیا وآخرت کا ذریعہ نجات ہے۔ اسی لئے تخلیق آدم سے لے کر محسن کائنات نبی آخر الزماں ﷺ جو نبوت کی آخری کڑی ہیں تک جس قدر انبیاء ورسل کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار دنیا میں تشریف لائے، ان سب کی دعوت کا محور و مرکز یہی فلسفہ توحید رہا ہے۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کے ساتھ اس عقیدۂ توحید ورسالت پر ایمان وایقان کی بنیاد پوری کردی گئی۔

شہادتِ توحید: شہادت توحید سے مراد ہے کہ بندہ دل و زبان سے یہ اقرار کرے کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ سب پر فائق، برتر، برگزیدہ ہے، وہ کسی کی اولاد نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، صرف وہی عبادت کے لائق ہے، کسی اور کے لئے اس سے بڑھ کر عظمت ورفعت اور شانِ کبریائی کا تصور بھی محال ہے، وہی قادر مطلق ہے اور کسی کو اُس پر کوئی طاقت نہیں، اس کا حکم اتنا قوی اور غالب ہے کہ اسے کائنات میں سب سے مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتے، اس کی قوتیں اور تصرفات حدِ شمار سے باہر ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۔ (القرآن سورہ نساء: ۴، آیت ۱۷۱)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں (اس سے) باز رہو (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

بعض عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، بعض انھیں تیسرا خدا مانتے تھے اور بعض انہی کو خدا مانتے تھے، ان تینوں فرقوں کی تردید کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لفظ اَللّٰہ میں ایک فرقے کی تردید ہے۔ وَّاحِدٌ میں دوسرے کی اور سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ میں تیسرے کی۔ عقل مند انسان خود ہی غور کر لے کہ آسمان وزمین میں جو سب کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جتنے انسان ہیں سب اسی کے بندے اور مملوک ہیں، انہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داخل ہیں اور جب یہ بھی بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا بھی اور بیوی ہونا بھی کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ بلا شبہ اللہ تعالیٰ اِن سب بیہودہ باتوں سے پاک ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت: رسول اللہ ﷺ سلسلۂ نبوت اور رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے اپنی ختم نبوت کا واضح الفاظ میں اعلان فرمایا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔

(ترمذی، باب ذھب النبوۃ، حدیث: ۲۲۷۲)

مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ اب رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر قرآن مجید میں ۱۰۰ سے بھی زیادہ آیات کریمہ میں نہایت جامع انداز میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(سورہ احزاب: ۳۳، آیت ۴۰)

وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ سب نبیوں کے اخیر میں تشریف لانے والے ہیں یعنی محمد ﷺ آخری نبی ہیں کہ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے اور آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتیٰ کی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگر چہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد نبی کریم ﷺ کی شریعت

پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظّمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ (تفسیر خازن: ج ۳ ص ۵۰۳)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کہہ کر یہ اعلان فرما دیا کہ آپ ﷺ ہی آخری نبی ہیں اور اب قیامت تک کسی کو نہ منصب نبوت پر فائز کیا جائے گا اور نہ ہی منصب رسالت پر۔

عقیدۂ ختمِ نبوت ضروریاتِ دین میں شمار: قرآن مجید کی ۱۰۰ آیتوں سے زیادہ اور خاتم الانبیاء کے متواتر دو سو دس ارشادات (۲۱۰، احادیث طیبہ) سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے زمانہ حیات میں اسلام کے تحفظ و دفاع کے لئے جتنی جنگیں لڑی گئیں، ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کی کل تعداد ۲۵۹ ہے اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ و دفاع کے لئے اسلام کی تاریخ میں پہلی جنگ جو سیدنا حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی، اس ایک جنگ میں شہید ہونے والے صحابۂ کرام اور تابعین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد بارہ سو ہے جن میں سے سات سو قرآن مجید کے حافظ اور عالم تھے۔ رحمت عالم ﷺ کی زندگی کی کل کمائی اور گراں قدر اثاثہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں، جن کی بڑی تعداد عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جامِ شہادت نوش کر گئی۔ اس سے ختم نبوت کے عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے لئے جان دے دی: حضرت خبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو خاتم الانبیاء ﷺ نے یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا، مسیلمہ بن کذاب نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، مسیلمہ نے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں (مسیلمہ) بھی اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں بہرا ہوں، تیری یہ بات نہیں سن سکتا، مسیلمہ بار بار سوال کرتا رہا، آپ یہی جواب دیتے رہے اور مسیلمہ ان کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا حتیٰ کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کر دیا گیا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت و اہمیت سے کس قدر والہانہ عشق اور تعلق تھا۔

تابعین کا عقیدۂ ختم نبوت سے عشق: تابعین میں سے ایک تابعی کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ جن کا نام عبد اللہ بن ثوب رضی اللہ عنہ ہے اور یہ امت محمدیہ (علی صاحبہا السلام) کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اسی طرح بے اثر فرما دیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کو گلزار بنا دیا تھا۔ یہ یمن میں پیدا ہوئے تھے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے عہدِ مبارک ہی میں اسلام لا چکے تھے لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا۔ خاتم الانبیاء کے آخری دور میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی پیدا ہوا جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لئے مجبور کیا کرتا۔ اسی دوران اس نے حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلا لیا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی، حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ فرمایا ہاں، اس پر اسود عنسی نے ایک خوفناک آگ دہکائی اور حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ کو اس آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کو بے اثر فرما دیا، وہ اس سے صحیح سلامت نکل آئے۔ یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسود عنسی اور اس کے رفقاء پر ہیبت سی طاری ہو گئی اور اسود کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ ان کو جلا وطن کر دو، ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارے پیروکاروں کے ایمان میں تزلزل آ جائے، چنانچہ انہیں یمن سے جلا وطن کر دیا گیا۔ آپ یمن سے نکل کر مدینہ تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ان سے ملے تو فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت سے پہلے امت محمدیہ ﷺ کے اس شخص کی زیارت کرا دی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا۔''

نبوت کا دعویدار مرزا قادیانی کا عبرت ناک انجام: رب تعالیٰ کے حکم کو نہ ماننا اور اُس کے خلاف جانا یقیناً ایسا انسان کبھی فلاح نہیں پا سکتا، اس کی بربادی طے ہے۔ جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کو درجنوں بیماریاں لاحق تھیں اور یہ بیماریاں ساری زندگی اس کے ساتھ چمٹی رہیں۔ بالآخر اس کی زندگی کا عبرتناک انجام ہوا۔ روز نامہ الفضل قادیان، مرزا قادیانی کی اہم تحریروں میں سے درج ذیل اقتباس نقل کرتا ہے جو، ہر قادیانی کے لئے دعوتِ فکر ہے:

بہت بُری موت: ''جو شخص کہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں حالانکہ وہ نہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہے، وہ بہت بُری موت مرتا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابل عبرت ہوتا ہے۔'' (روز نامہ الفضل قادیان ج:۲۸،نمبر ۵۰،ص ا،مورخہ ۲ مارچ ۱۹۴۰ء)

اب اِس معیار پر مرزا قادیانی کو جانچ لیتے ہیں۔اگر مرزا قادیانی اپنے دعوؤں میں سچا تھا تو اس کا انجام اچھا ہونا چاہیے تھا۔ اگر اپنے دعوؤں میں جھوٹا تھا تو ''نہایت ہی بد اور قابل عبرت انجام'' ہونا چاہیے تھا۔مزید براں خود مرزا قادیانی کا کہنا ہے(1) ''واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہو سکتا۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۲۸۸، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۵ ص ۲۸۸ از مرزا قادیانی) (۲) ''مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ'' میں اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی سے لکھوایا تھا:

''بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علی من اتبع الہدیٰ! مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور دجال اور کذاب ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں.... اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔۔۔ اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ، وغیرہ مہلک بیماریاں، آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔

یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک! اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے، تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی ہی میں ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ مہلکہ امراض سے۔ بجز اس صورت کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔'' (مرزا قادیانی کا اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء مجموعہ اشتہارات، ج: دوم، ص ۷۰۵، ۷۰۶ طبع جدید۔

خدائی مار مرزا قادیانی کے لمبے طویل خط کی دعا پر قدرتِ حق نے عجیب فیصلہ فرمایا۔ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو شاک کھانے کے بعد اس کی حالت اچانک بگڑنے لگی۔ اسے مسلسل اسہال، دست آنے کی بیماری؛ پتلا پاخانہ شروع ہو گیا۔ اس بیماری میں اس کا بُرا حال ہو گیا۔ مسلسل اسہال اور قے کی وجہ سے مرزا قادیانی کے جسم، بستر اور کمرے میں سخت بدبو اور تعفن پھیل گیا (وغیرہ) لیجیے بہت ''بُری موت'' کے تینوں مرحلے اللہ تعالیٰ نے خود مرزا قادیانی کی زبان و قلم سے طے کرا دیئے، یعنی پہلے اس سے لکھوایا کہ مفتری بہت ہی بُری موت مرتا ہے، پھر اس کا تعین و تشخیص بھی اسی کے قلم سے کرا دیا کہ وہ ''بُری موت'' ہے جو بطور سزا ''خدا تعالیٰ کی مار سے مراد یہ سب سرکشی مفتری جھوٹ بولنے والے کو دی جاتی ہے (وغیرہ)

اللہ نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے بچائے اور خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

خطیب و امام ہاجرہ مسجد، مانگو، جمشید پور، جھارکھنڈ

انوارِ حدیث

فضائل ماہ شعبان اور شب برأت

افتخار احمد قادری برکاتی★

شعبان المعظم کا مبارک مہینہ بڑی برکتوں اور رحمتوں والا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ شعبان کو تمام مہینوں پر ایسی فوقیت حاصل ہے جیسے مجھے تمام انبیاء پر حاصل ہے۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ کو تمام مہینوں سے پیارا شعبان تھا۔ اس لئے آپ اس مہینے میں کثرت سے روزے رکھا کرتے۔

شعبان المعظم کی پندرھویں رات کو ''شب برأت'' کہتے ہیں اس رات بندوں پر اللہ رب العزت کی لاتعداد رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس مبارک رات کا ہر لحہ اپنے اندر کروڑوں انوار و برکات رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ماہ شعبان المعظم کی اہمیت اور فضیلت کی اور کوئی وجہ نہ ہوتی تو صرف یہ رات ہی اس کے فضائل اور خوبیوں کے لئے کافی تھی۔ یہ رات مسلمانوں کے لئے اللہ رب العزت نے ایک انعام کے طور پر دی ہے کہ پہلے کسی قوم کو یہ رات نصیب نہیں ہوئی۔ پوری امت محمدی ﷺ قیامت تک شکر یہ کے طور پر سجدہ ریز ہو تب بھی اللہ رب العزت کے اس احسان کا حق ادا نہیں ہو سکتا مگر بعض جگہ لوگ اس مقدس رات میں عبادت و ریاضت تسبیح وتہلیل میں مشغول ہونے کی بجائے آتش بازی اور غیر اسلامی حرکتوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔

ماہ شعبان المعظم کے فضائل: شعبان شعب سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہیں گھاٹی وغیرہ۔ کیونکہ اس ماہ میں خیر و برکت کا عمومی نزول ہوتا ہے، اس لئے اسے شعبان کہا جاتا ہے۔ جس طرح گھاٹی پہاڑ کا راستہ ہوتا ہے اسی طرح یہ مقدس مہینہ خیر و برکت کی راہ ہوتی ہے۔ حضرتِ ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ فرمایا کرتے کہ جب ماہ شعبان آئے تو اپنے جسموں کو پاکیزہ رکھو اور اس ماہ میں اپنی نیتیں اچھی رکھو انھیں حسین بناؤ۔

حضورِ اقدس ﷺ اس ماہ مبارک کو بڑی عبادت و ریاضت میں گزارتے۔ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم اس ماہ اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف، ص۱۷۸ میں ہے: **قالت کان یصوم شعبان کلہ وکان یصوم شعبان قلیلا**۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ پورے شعبان کے روزے رکھتے سوائے تھوڑے دنوں کے۔

ماثبت بالسنہ میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: **شعبان شہری و رمضان شہر اللہ**۔ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تبارک و تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا محبوب مہینہ شعبان المعظم عظمت و برکات والا ہے۔ ہم اس کو شعبان المعظم اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو بڑی برکت والی ہے جسے شب برأت کہا جاتا ہے اس کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشادِ مبارک ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ یعنی اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام (پارہ ۲۵ رکوع ۱۴) علامہ آلوسی اس آیتِ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت اس رات میں روزی و رزق کا پروگرام حضرتِ میکائیل علیہ السلام کے سپرد فرما دیتا ہے اور اعمال و افعال کا پروگرام آسمان اول کے فرشتے حضرتِ جبرئیل علیہ السلام کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ مصائب و آلام کا پروگرام حضرتِ عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔ (روح البیان، جلد ۳، ص ۵۹۸)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ شعبان المعظم میں آپ کے روزہ رہنے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ شعبان سے شعبان تک مرنے والوں کی اجل لکھی جاتی ہے تو میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میری اجل لکھی جائے تو میں روزے دار ہوں۔ (الترغیب والترہیب، ص ۲۰۹)

اِن دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ شب برأت وہ رات ہے کہ جس میں پورے سال میں واقع ہونے والے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ عالیہ سے بخشش

حاصل کرنے کے لئے اس رات کو عبادت و ریاضت میں، توبہ و استغفار میں گزاریں۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں حدیث نقل فرماتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ شعبان کی رات کو قیام فرمایا پھر اس قدر دراز سجدہ فرمایا کہ میں یہ گمان کرنے لگی کہ شاید آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو میں آپ کے پاس پہنچی اور پائے اقدس کے انگوٹھا مبارک کو ہلایا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس کو جنبش دی اور اپنے سر انور کو سجدہ سے اٹھایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے اے عائشہ! تم نے گمان کیا ہے کہ رسولِ خدا نے تمہارے حق میں خیانت کی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات نہیں بلکہ میں نے آپ کے سجدے کی درازی سے یہ گمان کیا کہ شاید آپ کی روح پرواز کر گئی ہے۔ اس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اے عائشہ! پندرہ شعبان المعظم کی رات ہے اِس رات میں اللہ رب العزت اپنے بندوں پر خاص توجہ فرماتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک مطلب یہ کہ اور راتوں سے زیادہ اِس رات میں زیادہ توجہ فرماتا ہے اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ طالبان رحمت پر اپنی رحمت فرما کر بخش دیتا ہے۔ (مدارج النبوۃ)

سید الاولیاء سند الاصفیاء قطب الاقطاب غوث صمدانی حضرتِ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

هذه ليلة يفتح الله سبحانه وتعالى فيها ثلاث مائة باب من ابواب الرحمة يغفر لكل من لا يشرك به شيئا الا ان يكون ساحرا او كاهنا او مدمن خمر او مصرا على الرباء فان هولاء لا يغفر لهم حتى يتوب (غنیۃ الطالبین ر ص ۵۲۷)

یعنی یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ تین سو رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور ہر اس شخص کو بخش دیتا ہے جو مشرک نہ ہو۔ اس رات میں بخش دیتا ہے مگر جادوگر، کاہن، ہمیشہ شراب پینے والا اور سود خور کو اِس رات میں نہیں بخشتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ یہ رات بڑی عظمت والی رات ہے اِسے عبادت و ریاضت میں گذارنا چاہئے۔ اس رات قبرستان میں بھی حاضری دینی چاہئے۔ اب ان لوگوں کو سوچنا چاہئے جو اس مقدس رات میں طلب بخشش کی بجائے ساری ساری رات آتش بازی کر کے اللہ رب العزت کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتے ہیں۔ آیئے ہم عہد کریں کہ ان افعال بد سے پرہیز کریں گے۔ اسی طرح ان لوگوں کو بھی توبہ کر کے اس رات کے فیضان رحمت کو حاصل کرنا چاہئے جن کے بارے میں ہے کہ وہ اس رات عطائے خداوندی سے محروم رہتے ہیں یعنی مشرک، شرابی، سودخور۔

☆ کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، مغربی اتر پردیش
8954728623iftikharahmadquadri@gmail.com

☆☆☆

شب برأت منایئے اور عبادتیں، دعائیں، تلاوتیں خوب کیجئے

شب برأت سے پہلے:

(۱) ہم لوگ خدا کے نافرمان، گنہگار بندے ہیں تو آیئے آج ہی سے اللہ کی بارگاہ میں سچے دل سے گناہوں سے توبہ کریں: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔

(۲) ماں، باپ کو راضی کریں اور جنہیں کوئی تکلیف پہنچائی ہو، زبان سے، یا ہاتھ سے یا کسی سازش یا تدبیر سے اُن سے معافی مانگیں اور سینے کو بغض، نفرت، حسد اور کینہ سے پاک رکھیں۔

(۳) صدقہ خیرات زیادہ کریں، یتیموں، بیواؤں، بے سہاروں، محتاج پڑوسیوں کو بطورِ خاص نقد بھی دیں تاکہ وہ اپنی ضرورت کی چیزیں مہیا کر سکیں۔ خرید کر حاصل کر سکیں۔

(۴) ۱۵ شعبان کو روزہ رکھیں، رمضان کے روزے قضا ہوں تو قضا کی نیت سے روزہ رکھیں۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ فرض بھی ادا ہو جائے اور نفل سے زیادہ ثواب بھی ملے گا۔

(۵) اس دن تلاوت قرآن پاک زیادہ کریں اور تلاوت کے وقت دل میں ہر طرح کے خیر اور صلاح وفلاح کے حصول کی نیت رکھیں، خاص کر فتح وظفر اور ہر طرح کے موذی، موذیات سے حفاظت اور شریعت کی پیروی کی سعادت۔ (۶) جن علاقوں میں لوگ عرفہ مناتے ہیں یعنی تیرہویں شعبان کو تلاوت اور فاتحہ وایصال ثواب، وہ اپنے معمول کے مطابق یہ سب کچھ اپنے اپنے گھروں میں کریں۔

شب برأت میں: (۱) تلاوت قرآن پاک کریں۔(۲) کم سے کم تین سو بار درود شریف پڑھیں اور اس سے زیادہ ہو تو بہتر ہے۔ (۳) گھر کے اندر رات کی تنہائیوں میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کریں، جسے عام بول چال میں ''قضائے عمری'' کہتے ہیں۔ ہر روز کی قضا بیس رکعتیں ہیں: ۲؍رکعت فجر، ۴؍رکعت ظہر، ۴؍رکعت عصر، ۳؍رکعت مغرب، ۴؍رکعت عشا، اور ۳؍رکعت وتر۔ آسانی کے لئے مختصر سورتیں پڑھ سکتے ہیں جیسے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، وَ الْعَصْرِ، لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ۔ وتر میں دعائے قنوت کی جگہ تین مرتبہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔

قضا نمازیں پڑھنے سے شب بیداری کا ثواب ملے گا، یہ ثواب نفل نمازوں سے بہت زیادہ ہے کہ فرض کا ثواب نفل سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ کا فریضہ ادا ہو جائے گا ورنہ قیامت کے دن جواب دِہ ہونا پڑے گا، اس پر سزا بھی ہو سکتی ہے، اس لئے جن کے ذمہ نمازیں باقی ہیں وہ شب براءت میں نفل کی جگہ قضا نمازیں پڑھیں۔

(۴) دعائے خیر کریں، خاص کر سجدے میں سر رکھ کر ۷؍بار تسبیح کے بعد یہ دعا پڑھیں: اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ یہ یاد نہ ہو تو یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ کی کثرت کریں۔

(مفتی) محمد نظام الدین رضوی مصباحی

صدر شعبہ افتاو شیخ الحدیث و ناظم مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

سید فرید احمد نظامی کی والدہ اور سید افضال نظامی کا انتقال

تیسرے دن جمعرات کی صبح دس بجے درگاہ شریف میں دونوں مرحومین کے لئے سویم کی فاتحہ، قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کی تعزیتی محفل منعقد ہوئی۔ ۱۶ جنوری ۲۰۲۲ء بروز اتوار، درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سلطان دہلی کے سجادگان اور خدام صاحبان کے لئے بڑا سوگوار دن رہا کیونکہ یکے بعد دیگرے درگاہ کی دو بزرگ ہستیوں کا انتقال ہوا۔ ارباب درگاہ پیر سید افضال نظامی گدی نشین کی نماز جنازہ اور تدفین سے فارغ ہوئے تھے کہ سجادہ نشین پیر خواجہ احمد نظامی سید بخاری کی زوجہ محترمہ سیدہ راشدہ نظامی کے انتقال کی خبر آ گئی۔ مرحومہ درگاہ کمیٹی کے صدر سید فرید احمد نظامی کی والدہ محترمہ ہیں۔ مدرسہ محبوب الٰہی متصل درگاہ حضرت نظام الدین کے ناظم مولانا محمد جنید عالم قادری نے بتایا کہ سید محمد افضال نظامی صاحب کی تدفین باولی گیٹ کی طرف واقع پشتینی قبرستان میں ہوئی اور پیرانی اماں سیدہ راشدہ نظامی صاحبہ کی تدفین پیر سید ضامن نظامی سید بخاری کی قبر سے متصل درگاہی مرکز کے قریب ہوئی۔ دونوں کی نماز جنازہ درگاہ کی شاہی مسجد کے امام وخطیب سید منہاج الاسلام نظامی نے پڑھائی۔

انتقال کی خبر عام ہونے کے بعد نظامی عقیدت مندوں نے بہت سے علاقوں میں دعائے مغفرت اور قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ درگاہ پیر ضامن نظامی سید بخاری میں بھی مدرسہ محبوب الٰہی کے اساتذہ اور طلبہ اور مقامی افراد نے قرآن خوانی کی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا جس میں عشا کے بعد والی تقریب میں ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے مدیر مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، ماسٹر محمد نسیم نظامی اور حافظ محمد ناصر حسین بھی شریک ہوئے۔ حافظ محمد نظام الدین اور حافظ محمد عرفان نظامی وغیرہ نے درگاہی مرکز کے مہمانوں کی ضیافت اور تواضع میں بڑے خلوص کا مظاہرہ کیا۔ درگاہ شریف کے نائب سجادہ نشین سید فرید احمد نظامی صاحب نے بتایا کہ جمعرات کی صبح درگاہ شریف میں روضہ محبوب الٰہی کے سامنے دونوں مرحومین کے لئے سویم کی فاتحہ، قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کی گئی جس میں اہل عقیدت بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

اطلاع: محمد حسین مصباحی، امام وخطیب مسجد درگاہ پتے شاہ، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔ 9891818167

درگاہ حضرت نظام الدین میں جشن معراج النبی کی سالانہ محفل

۲۷ رجب المرجب کی شب کو اللہ نے اپنے محبوب کو قرب خاص میں بلا کر بے شمار مرتبہ اپنے محبوب سے کہا کہ محبوب مانگو! محبوب نے ہر مرتبہ رب کی بارگاہ میں اپنی امت کی سفارش کی۔ یہ کلمات درگاہ حضرت نظام الدین میں منعقد معراج النبی کی سالانہ محفل میں قادری مسجد ذاکر نگر کے امام وخطیب مولانا فیضان احمد نعیمی نے ادا کیے۔ جامعہ حضرت محبوب الٰہی کے بانی و ناظم اعلیٰ مولانا جنید عالم قادری نے حضرت ابوبکر چشتی مصلّی دار خاص رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر کہا کہ حضرت ابوبکر چشتی مصلی دار خاص، حضرت محبوب الٰہی کے سگے بھانجے تھے جو حضرت محبوب الٰہی کے ہمیشہ ساتھ رہتے، حضرت محبوب الٰہی نے اپنا مبارک مصلّیٰ اٹھانے اور بچھانے کی ذمے داری آپ کو دے رکھی تھی اسی لئے آپ کو مصلّی دار خاص کہا جاتا ہے۔ بعد نمازِ عشا حضرت ابوبکر چشتی مصلی دار خاص کے آستانے پر فاتحہ خوانی ہوئی پھر حضرت نظام الدین اولیاء کے آستانہ مبارک کے سامنے حافظ ناصر کی تلاوت کے بعد محفل معراج النبی کا آغاز ہوا۔ مدرسہ محبوب الٰہی کے طالب علم حافظ نظام الدین، محمد کامل رشید، محمد توحید، درگاہ پتے شاہ کے خطیب و امام مولانا محمد حسین مصباحی نے نعت و مناقب پیش کیا۔ نائب سجادہ نشین سید فرید احمد نظامی نے بھی خوبصورت انداز میں نعتیہ کلام پیش کیا، نظامت کے فرائض حافظ محمد عرفان رضا نوری نے انجام دیے۔ درگاہ کے سجادہ نشین حضرت پیر خواجہ احمد نظامی سید بخاری کی دعاؤں کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

شرعی احکام

شب برأت۔معافی یا رسم معافی؟

عموماً ۱۵ شعبان کی رات آنے سے پہلے ایک رسم شروع ہوجاتی ہے جسے ''معافی نامہ'' کہا جاتا ہے

محمد اسد عطاری مدنی★

عجب یہ کہ ہم فیس بک ،واٹس ایپ پر معافیاں مانگ رہے ہوتے ہیں حالانکہ عموماً نہ تو ہم نے فیس بک پر بنے فرینڈ کے حق ،تلف کیے ہوتے ہیں نہ ہی عموماً اُن کی دل آزاری کی ہوتی ہے بس ایک رسم نبھائی جاتی ہے جبکہ ہمارے ارد گرد موجود گھر والے، پڑوسی، ذوی الارحام رشتہ دار کہ جن کے حقوق اکثر یا بعض اوقات ہم تلف کر ہی چکے ہوتے ہیں، ان کی طرف ہماری نظر نہیں جاتی۔تو خدارا جن کی حقیقتاً حق تلفیاں کی یا قطع تعلقی کی ہے ان سے راضی نامہ و معافی تلافی کیجیے۔

حقوق دو طرح کے ہیں: حقوق اللہ۔حقوق العباد۔حقوق اللہ کی معافی بھی بے حد ضروری ہے۔حقوق العباد کا معاملہ تو اُس سے بھی سخت ہے۔یاد کیجیے معافی کے ساتھ ساتھ تلافی کا ہونا ضروری ہے۔

حقوق اللّٰہ کی معافی کا طریقہ:

جن گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، قربانی اور زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی میں سستی کرنا، بدنگاہی کرنا،قرآنِ پاک کو بے وضو ہاتھ لگانا،شراب نوشی کرنا،فحش گانے سننا۔وغیرہ۔حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والے گناہ اگر کسی عبادت میں کوتاہی کی وجہ سے سرزد ہوں تو توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان عبادات کی قضا بھی واجب ہے۔ مثلاً اگر نمازیں فوت ہوئی ہوں یا رمضان کے روزے چھوٹے ہوں تو ان کا حساب لگائے اور ان کی قضا کرے،اگر زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہو تو حساب لگا کر ادائیگی کرے،اگر حج فرض ہوجانے کے باوجود ادا نہیں کیا تھا تو اب ادا کرے۔

اگر گناہوں کا تعلق عبادات میں کوتاہی سے نہ ہو مثلاً بدنگاہی کرنا، شراب نوشی کرنا۔وغیرہ۔تو اِن پر ندامت وحسرت کا اِظہار کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرے اور نیکیاں کرنے میں مشغول ہوجائے۔

حقوق العباد کی معافی کا طریقہ:

اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن حقوق العباد کی معافی کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

حقوق العباد معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) جو قابل ادا ہے ادا کرنا ورنہ ان سے معافی چاہنا۔(۲) صاحبِ حق بلا معاوضہ لیے معاف کردے اور بعض طُرُقِ جامعہ جن سے حقوق اللہ و حقوق العباد باذنِ اللہ تعالیٰ سب معاف ہوجاتے ہیں مثلاً (جس سے اُس کا کوئی حق معاف کرانا ہے اس سے اس طرح کہے:) ''چھوٹے سے چھوٹا، بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کرسکتا ہے جان مال عزت آبرو ہر شے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو، سب مجھے معاف کر دے۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۳۔۳۷۴)

ہم حقوق العباد معاف کروانے میدان عرفات میں تو پہنچ جاتے ہیں مگر جس سے حق معاف کروانا ہے اس تک نہیں پہنچ پاتے۔

توبہ کے ارکان: توبہ کے تین رکن ہیں: گناہ کا اقرار۔گزشتہ گناہوں پر نادم۔وہ گناہ چھوڑ دے اور آئندہ اس گناہ سے بچنے کا پختہ عہد کرے۔اگر حقوق (یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کی تھی اور اس) سے توبہ کرتا ہے تو اُن کو بھی ادا کرے۔(تفسیر نعیمی، ج۱،ص۲۶۶)

اہم بات: یہ بات بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ بسا اوقات جس سے معافی مانگی جا رہی ہوتی ہے وہ معاف نہیں کرتا۔یہ عادت اچھی نہیں۔معاف کرنے کے فضائل بے شمار ہیں، ہمیں انھیں حاصل کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔معاف کردینے کی فضیلت پر دو فرامین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

جسے یہ پسند ہو کہ اُس کے لئے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اُس کے درجات بلند کیے جائیں، اُسے چاہیے کہ جو اُس پر ظلم کرے یہ اُسے معاف کرے اور جو اُسے محروم کرے یہ اُسے عطا کرے اور جو اُس سے قطع تعلق کرے (تعلقات توڑے) یہ اُس سے ناطہ (رشتہ) جوڑے۔(اَلْمُستَدرَك لِلْحاكِم ج ۳ ص ۱۲ حدیث ۳۲۱۵ دار المعرفۃ بیروت)

قیامت کے روز اِعلان کیا جائے گا: جس کا اَجر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذِمّۂ کرم پر ہے، وہ اُٹھے اور جنّت میں داخل ہوجائے۔ پوچھا جائے گا: کس کے لئے اَجر ہے؟ وہ مُنادی (اِعلان کرنے والا) کہے گا ''اُن لوگوں کے لئے جو مُعاف کرنے والے ہیں'' تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بِلاحساب جنت میں داخل ہوجائیں گے۔
(اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسَط ج ا ص ۵۴۲ حدیث ۱۹۹۸)

اھم گزارش: خدارا معافی کو رسم نہ بنائیں۔ جو معافی کے تقاضے ہیں انھیں پورا کریں اور جن کے واقعی حقوق آپ پر ہیں انھیں ادا کریں۔ سوشل میڈیا پر معافی مانگنے کی رسم کی بجائے جن کی حق تلفیاں آپ نے کی ہوں، انہی سے معافی مانگ لیجیے۔

جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا وَّ اَحْسَنَ الْجَزَاءُ

☆☆☆

صوفیہ نے اردو زبان وادب کو اپنا خون جگر دیا ہے اور آشیر واد بھی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، حکومت ہند، نئی دہلی کے مالی تعاون سے مدرسہ احمد یہ سید العلوم انتظامیہ ایجوکیشن سوسائٹی (رجسٹرڈ) وزیر پور، دہلی کے زیر اہتمام منعقد یک روزہ سیمینار میں کیا جس کا موضوع ''فروغ اردو زبان وادب میں علما کا کردار'' تھا، پروفیسر خواجہ اکرام الدین نے اپنے کلمہ صدارت میں کہا کہ مدارس اسلامیہ سے نکلنے والے مذہبی رسائل وجرائد نے بھی اردو زبان وادب کو فروغ دینے میں اہم کردار پیش کیا ہے، ایک فاضل اسکالر مولانا ڈاکٹر اعجاز ارشد نے میری نگرانی میں مدارس کے مذہبی رسائل وجرائد پر ریسرچ کیا ہے، وہ تحقیقی مقالہ میرے پاس محفوظ ہے، مگر ایک ہی مقالہ کافی نہیں، اِس موضوع پر مزید ریسرچ کی ضرورت ہے۔ انھوں نے صوفیائے کرام کی لسانی وادبی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے تہذیبی روایات کے سہارے اردو زبان کو فروغ دیا، جس کی ایک مثال ''صوفی جکری'' ہے جو بھکاری یا سادھو یا جوگی مانگنے کے وقت ایک خاص قسم کے اشعار پڑھا کرتے جس سے سننے والے کے دل پر بڑ گہرا اثر پڑتا تھا۔ ''جکری'' ایک موثر صنف سخن ہے جو گجرات اور مہاراشٹر وغیرہ کے علاقوں میں عام ہے۔ انھوں نے کہا کہ صوفیا نے ہمیشہ مذہبی امتیاز کی مخالفت کی، انھوں نے الخلق عیال اللہ کا فارمولہ نافذ کیا، جس کی وجہ سے مسجدوں کے دروازوں پر دیگر اقوام کی مائیں اور بہنیں اپنے بچوں کو لے کر کھڑی رہتی تھیں، اب یہ لائن بہت چھوٹی ہوگئی ہے بلکہ ختم ہوگئی ہے۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی، بانی ومہتمم جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی، نئی دہلی نے فروغ اردو میں مدارس کے کردار کے موضوع پر تفصیلی مقالے میں کہا کہ اردو کے لئے مدارس کی وہی حیثیت ہے جو ایک بچے کے لئے ایک ماں کی ہوتی ہے۔ ارباب مدارس اپنے سالانہ بجٹ میں لائبریری کے لئے ایک مخصوص رقم خاص کریں، اساتذہ خود بھی مطالعہ کریں اور طلبہ میں بھی ذوق مطالعہ پروان چڑھائیں، مروّجہ جلسوں کی تعداد کم کریں، سیمینار کی تعداد بڑھائیں، تحریر وقلم کا ملکہ پیدا کریں، میڈیا سے رابطہ اُستوار کریں۔ مدارس کو سرکاری اصولوں کے مطابق رجسٹرڈ کروئیں اور سرکاری امدادی اداروں جیسے اردو قومی کونسل، اردو اکیڈمی اور این آئی یو ایس وغیرہ کی اسکیموں سے فائدا اٹھائیں، صرف عوامی چندوں پر انحصار نہ کریں اور سالانہ کم از کم ایک کتاب ضرور شائع کریں۔ ڈاکٹر علی احمد ادریسی دہلی یونیورسٹی نے مولانا عبدالماجد دریا بادی کی اردو نویسی اور ادبی خصوصیات پر اپنا مختصر مگر جامع مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اُن کی تفسیر قرآن، تفسیر ماجدی اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مدیر ماہنامہ کنز الایمان، دہلی نے اپنے مختصر مگر جامع اور معلوماتی وتجرباتی مضمون ''مدارس کے نظام تعلیم میں اردو زبان کا ہمہ جہت استعمال'' میں مدارس میں روزمرہ معمولات کے لئے جس طرح اردو زبان کے انتظامی، دفتری، تدریسی، تربیتی، اصلاحی، دعوتی اور اشتہار جاتی (وغیرہ) الفاظ واصطلاحات وتعبیرات استعمال ہوتے ہیں، ان کو بڑے خوبصورت اسلوب میں پیش کیا۔ ڈاکٹر جسیم الدین، دہلی یونیورسٹی نے فروغ اردو کے باب میں مدارس کے تاریخی کردار پر، مولانا تصور علی نظامی گوپال وہار نے ''اردو زبان کی مذہبی نصابی کتب کی تیاری میں دو عظیم سنی علما کا کردار'' مولانا حجت الاسلام نے علمائے بدایوں، مولانا مکرم علی شاد سمنانی نے علمائے سلسلہ اشرفیہ، مولانا فردوس الرحمٰن نے علمائے کلکتہ کی ادبی خدمات اور مولانا غلام علی اُخضر نے علمائے اشرفیہ کے موضوع پر مقالات پیش کیے۔

سیمینار کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، نعت ومنقبت بھی پیش کی گئی۔ مفتی سید عتیق الرحمٰن منظری، بانی وصدر مدرسہ احمد یہ سید العلوم وزیر پور نے سرپرستی فرمائی۔ نظامت کے فرائض مولانا غلام سرور اور مولانا چاند رضا نے انجام دیئے۔ آخر میں مولانا سید عتیق الرحمٰن نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، مقامی سیاسی صاحبان اور سیمینار میں شریک دیگر برادران وطن کا بھی استقبال کیا، انتظامیہ کمیٹی کی جانب سے مہمانوں کو استقبالیہ دیا گیا۔ سیمینار کے کنوینر سید محمد ادیب الرحمن مصباحی، نائب: خطیب الرحمن، سکریٹری: سید شریف الرحمٰن، جوائنٹ سکریٹری: سید قطب الرحمٰن ہاشمی، حافظ نوشاد عالم وغیرہ نے معززین کی گل پوشی کی۔ آخر میں تمام مہمانوں اور حاضرین کی ضیافت کی گئی۔ دیگر شرکا میں مولانا احمد رضا آرزو، مولانا ابرار رضا مصباحی، مولانا امجد رضا حقانی، مفتی اسعد رضا یزدانی، مولانا اشہد رضا حنفی، محمد قاسم شمسی انقلاب، اعجاز احمد فیضی قابل ذکر ہیں۔ سیمینار کا اہتمام بستی وِکاس کیندر، ڈی بلاک (اے) نزد مدرسہ احمد یہ سید العلوم، انتظامیہ ایجوکیشن سوسائٹی، پتھر والا باغ، جے جے کالونی، وزیر پور میں ۲۰ فروری کو بروز اتوار ہوا۔

فرائض ذمہ باقی رہتے ہوئے نوافل کی ادائیگی کا حکم

خلیل احمد فیضانی★

عوام کی جہالت میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ویسے پورے سال کبھی مسجد کا رخ نہیں کرتے اور جب مبارک راتیں جیسے شب معراج، شب برأت یا رمضان المقدس کا بابرکت مہینہ جلوہ فگن ہوتا ہے تو کچھ حد تک مسجدوں سے قریب تو ہوجاتے ہیں مگر اپنی جہالت کی وجہ سے ان مبارک ساعتوں سے بھی کما حقہ مستفید نہیں ہو پاتے۔

بعض لوگوں کے ذمہ گزشتہ دس سال، پندرہ سال حتی کہ بیس سال تک کی قضا نمازیں ہوتی ہیں مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ وہ لوگ بجائے ان قضا نمازوں کو پڑھنے کے، نوافل پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاوی رضویہ مترجم جلد:۱۰،ص:۱۷۹ رسالہ مبارکہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکاۃ میں ضابطہ لکھا ہے کہ ''کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے۔''

یہ ضابطہ ایک حدیث شریف سے مستنبط و ماخوذ ہے۔حدیث پاک کے کلمات مبارکہ یہ ہیں: لما حضر ابابکرن الموت دعا عمر فقال: اتق اللہ یا عمر واعلم ان لہ عملا بالنہار لایقبلہ باللیل وعملاً باللیل لایقبلہ بالنہار واعلم انہ لایقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نزع کا وقت ہوا تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا کر ارشاد فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور جان لیں کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں اگر رات میں کریں تو قبول نہیں فرمائے گا اور کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں اگر دن میں کریں تو قبول نہیں فرمائے گا اور خبردار کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد:۱،ص:۳۶، باب ذکر المہاجرین)

امام ابونعیم کے علاوہ دیگر محدثین کرام نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے جیسے عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی سنن میں، امام ہناد نے فوائد میں، امام ابن جریر نے تہذیب الآثار میں روایت کیا ہے۔

مذکورہ حدیث پاک کے علاوہ بھی احادیث ہیں جن کو ہمارے علما نے اس ضابطہ کی اصل بتایا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اربع فرضهن الله في الاسلام فمن جاء بثلاث لم يغنين عنه شيئا حتى ياتي بهن جميعا: الصلوة و الزكوة وصيام رمضان وحج البيت۔

ترجمہ: چار چیزیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کی ہیں تو جو اُن میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک وہ پوری چاروں نہ بجالائے۔وہ چار چیزیں یہ ہیں: نماز، زکوۃ، روزہ رمضان اور حج کعبہ۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد:۴،ص:۲۰۱)

افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: امرنا باقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ و من لم یزک فلا صلوۃ لہ۔ (مجمع الزوائد، جلد:۳،ص ۶۲)

ترجمہ: ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں اور جو زکوۃ نہ دیں اس کی نماز بھی مقبول نہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم يقبل منه واهين۔ (فتوح الغیب،ص:۲۷۳)

ترجمہ: جو کوئی فرض چھوڑ کر سنت و نفل میں مشغول ہوگا تو یہ سنت و نفل قبول نہیں ہوں گے اور وہ خوار کیا جائے گا۔

شیخ محقق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی فتوح الغیب کی مذکورہ عبارت کی تشریح میں ارشاد فرمایا کہ

ترک آں چہ لازم وضروری است واہتمام باآں چہ نہ ضروری است از فائدہ در عقل وخرد دور است چہ دفع ضرر اہم است بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی است۔

ترجمہ: لازم وضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں، اس کا اہتمام عقل وخرد میں فائدہ سے کوسوں دور ہے کیوں کہ ایک عاقل کے یہاں

حصول نفع سے دفع ضرر اہم ہے بلکہ اس صورت میں تو نفع ہی منتفی ہے۔
شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خواص رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
بلغنا ان اللہ لا یقبل نافلة حتی یؤدی فریضة، یقول اللہ تعالیٰ مثلکم کمثل العبد السوء بدا ء بالھدایة قبل قضاء الدین۔ (عوارف المعارف، ص:۱۶۸)
ترجمہ: یعنی ہمیں یہ خبر پہنچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ تمہاری مثال اس برے بندے کی طرح ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے۔
غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے بارے میں چند مثالیں بھی پیش فرمائی ہیں جو فرائض کو ترک کر کے نوافل کا اہتمام کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کو سلطان طلب کرے وہ وہاں نہ جائے اس کے غلاموں کے پاس جائے اس کی مثال ایسی ہے۔
حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے ایک اور مثال آپ فتوح الغیب میں نقل فرماتے ہیں کہ جس عورت کا حمل عین وقت پر ساقط ہو جائے تو اس کا نقصان گویا دُگنا ہے کہ تکلیف بھی جھیلی اور بچہ بھی گیا۔ یہ مثال اس نفل خیرات کرنے والے کی ہے جو فرض ادا نہیں کرتا۔ (فتوح الغیب، ص:۲۷۳)
اہمیت فرائض کو بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے؟ خصوصاً اُس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیات سے بے نیاز ہے۔ یوں یقین نہ آیا تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزمالے کوئی زمین دار مال گزاری تو بند کر لے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اُس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں۔ ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے۔ فرض کیجیے آسامیوں سے کسی کھنڈساری کا رس بندھا ہوا ہے، جب دینے کا وقت آیا وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفے میں آم، خربوزے بھیجیں کیا یہ شخص ان سے راضی ہوگا؟ یا آتے ہوئے اس کی نادہندگی پر جو آزار اُنہیں پہنچا سکتا ہے ان آم، خربوزے کے بدلے اس سے باز آئے گا۔ سبحان اللہ! جب کھنڈساری کے مطالبات کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جَلَّ وَعَلَا کے قرض کا کیا پوچھنا۔ (فتاوی رضویہ، رسالہ مبارکہ: اعز الاکتناہ)
ہم اپنے مضمون کو اعلیٰ حضرت کے اسی سوالیہ جملے پر ختم کرتے ہیں کہ: قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے؟

☆☆☆

(صفحہ نمبر ۶۵ کا بقیہ)

مسرت کی بات ہے کہ ان کے معروف شاگرد مولانا افروز قادری چریاکوٹی، ''جلوۂ صدرنگ'' کے نام سے ان تقاریظ وتقادیم کا مجموعہ مرتب کر رہے ہیں۔ ان کے مقالات کی تعداد بھی ہزاروں میں ہوگی۔ یہ سبھی مقالات اصلاحی، دعوتی، فکری، سماجی نوعیت کے ہیں اور اپنی مثال نہیں رکھتے۔ ان کو اگر جمع کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں گی۔ راقم الحروف کو بھی حضرت کے فیض یافتگان میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آج جو کچھ بھی ہوں یہ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت حافظ ملت علیہما الرحمہ کے خصوصی فیض اور حضرت نعمانی صاب قبلہ کی مشفقانہ تربیتوں کا ہی نتیجہ ہے۔
لفظ ''نعمانی'' اب ان کے اسم گرامی کا جز بن چکا ہے۔ حضرت امام اعظم کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ نعمانی لگاتے ہیں۔ آپ ہمیشہ عمامہ شریف زیب سر کیے رہتے ہیں۔ ۶۲ ر برس کی عمر میں جب انسان ریٹائرمنٹ لے لیتا ہے اور پھر آرام سے زندگی گزارنا چاہتا ہے مگر اللہ والے کبھی ریٹائرمنٹ نہیں لیتے، یہ اس وقت تک خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں جب تک ان کی سانس کا آخری تار بھی ٹوٹ نہیں جاتا۔ حضرت نعمانی صاحب اِس عمر میں بھی اپنے دینی کاموں کی وجہ سے بے پناہ مصروف ہیں اور ماشاء اللہ بہت صحت مند اور چاق و چوبند ہیں۔ ا
اللہ عزوجل حضرت کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ ہم اہل سنت کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور حضرت یوں ہی ہماری سرپرستی فرماتے رہیں۔

☆☆☆

☆ سکونت: محلہ مسجد آباد چریاکوٹ، ضلع مئو، یوپی، بنارس کا پتہ: محلہ چھتن پورہ، بنارس یوپی۔ رابطہ نمبر: 9838189592

عقیدہ ونظریہ

پہلی قسط

افکارِ تطہیر کی روشنی میں ذکر الٰہی

محمد حشیم الدین قادری★

جس نے دنیا بنائی ہے اس کو بھول کر دنیا میں رہنا انسانی زندگی کی سب سے بڑی بھول ہے۔ اللہ کا ذکر وشکر، اس کی عبادت وبندگی، دین ودنیا کے سب کاموں میں سب سے اہم اور ضروری کام ہے۔ حضرات انبیائے کرام کو اللہ نے یہی سکھانے دل ودماغ کو اس کی طرف لگانے کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا۔ دنیا اس لئے نہیں پیدا کی گئی کہ اس میں اتنے لگ جاؤ کہ پیدا کرنے، بنانے اور چلانے والے کو ہی بھول جاؤ بلکہ کسی بھی مخلوق کے حسن وجمال، خوبی اور کمال، مرتبے اور جاہ وجلال کو دیکھ کر یا اُس میں حیرت زدہ ہو کر اُس کے پیدا فرمانے والے اللہ کی یاد آجانا اُس کی طرف دھیان جانا اُس کی عظمت وشان کا ذکر زبان سے جاری ہونا ایک مومن کی شان ہے۔

حضور علیہ السلام کی مبارک زندگی نہایت مصروفیات ہر وقت طرح طرح کی الجھنوں، پریشانیوں بلکہ لڑائی جنگوں والی زندگی تھی اس کے باوجود آپ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ آپ کسی وقت اللہ کے ذکر سے غافل نہ تھے۔ بات بات میں طرح طرح سے اللہ کا ذکر وشکر اُس کی شان وعظمت، بڑائی، وحدت، خوف وخشیت، قدرت وحکمت، توبہ واستغفار بھرے کلمات زبان سے جاری رہنا معمول تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضور پاک کی حیات مبارکہ میں آپ کی مسلسل کامیابی وکامرانی اسلام کی ترقی واشاعت اس کی عالمگیر شہرت ومقبولیت، اس کی سچائی صداقت وحقانیت کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اللہ کی ذات پر توکل اور بھروسے کا نتیجہ ہے۔ نبی محترم سید المتوکلین ہیں آپ کے جیسا اللہ کی ذات پر بھروسہ کسی کو حاصل ہو، یہ ممکن ہی نہیں۔ ہر دور ہر زمانے میں ہر کامیاب انسان کی ترقی، فلاح وبہبودی اور عروج وبرتری کا معیار یہی اللہ کی ذات پر توکل ہے۔ جس کو یہ جتنا حاصل ہو وہ اتنا ہی عظیم ہو گیا۔ دنیوی جاہ ومال کی زیادتی کو جو لوگ کامیابی وترقی خیال کرتے ہیں ان کا معیار درست نہیں۔ (ذکر ودعا ص ۴)

بزرگوں سے محبت کا مقصد:

حضرات انبیائے کرام، اولیائے عظام، بزرگان دین سے بھی محبت وعقیدت، ارادت، مرید ہونا اُن کی بارگاہوں میں دنیوی زندگی میں یا بعد وصال حاضری کا اصل مقصد اور اس سب کے حقیقی معنی ومطلب یہی ہیں کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے ذکر وشکر کی لذت حاصل ہو، مخلوق کی طرف سے دل ہٹے اور خالق کی طرف دھیان بڑھے جنھیں یہ چیز حاصل نہ ہوئی انھوں نے بزرگوں سے محبت کے اصلی معنی ومطلب کو سمجھا ہی نہیں۔ بزرگوں کی نیاز ونذر، ان کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر فاتحہ پڑھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ کچھ ذکر خیر یا کارِ خیر کر کے اس کا ثواب ان کی ارواح کو نذر کیا جائے پھر وہ ہم سے خوش ہو کر ہمارے حق میں اللہ سے دعا کریں اور اللہ ہماری نہیں ان کی جلدی قبول فرمائے گا۔ حقیقی دینے بخشنے والا صرف اللہ ہی ہے اس کی مرضی ومشیت میں کسی کو دخل نہیں۔ جس کو جتنا نوازتا ہے وہ سب اس کا فضل وکرم ہے، اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں کہ جس کا چکانا اُس پر واجب ہے۔

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہمارے حضور کو دین ودنیا کے سارے کاموں میں سب سے زیادہ پسند اللہ کا ذکر وشکر اور اس کی عبادت ہے لہٰذا جو لوگ حضور پاک سے سچا عشق رکھتے ہیں انھیں خوب زیادہ اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت میں دھیان لگانا اور وقت گزارنا چاہیے۔ (ایضاً ص ۶)

صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں حضرات انبیائے کرام، اولیائے عظام، بزرگان دین پیروں ولیوں، فقیروں درویشوں سے جس کی محبت وعقیدت وارادت سچی حقیقی اور مقبول ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا نام لینے، اس کی عبادت اور اس کا ذکر کرنے میں مزہ آنے لگتا ہے اور جس کو اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت میں بالکل مزہ نہ آتا ہو، بزرگوں پیروں ولیوں سے اس کی محبت وعقیدت، ان کی نیازیں فاتحائیں عرس ولنگر، ان کے نعرے اور ان کے نام پر جلسے جلوس سب نا قابل قبول، ناپسندیدہ، بلکہ گمراہی کے راستے ہو سکتے ہیں۔ پیروں ولیوں بزرگوں میں ایسا لگ جانا کہ خدائے تعالیٰ کو بالکل بھول جائے یہ شیطان کے

جالوں میں سے ایک جال ہے۔ پیرولی اللہ کو بھلانے کے لئے نہیں بلکہ بھولے ہوؤں کو اللہ کی یاد دِلانے، غافلوں کو ذاکر اور ناشکروں کو شاکر بنانے کے لئے ہیں۔

قرآن کریم کے مطابق انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کا ذکر وشکر اور اس کی عبادت کرنا ہے اس مقصد کی تکمیل وتبلیغ کے لئے اس نے اپنے محبوب ومقدس بندوں حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو بھیجا ہے۔(ذکر خدا اور امام احمد رضا، ص ۱۰)

جو لوگ اپنے وعظ وتقریر اور خطابات میں حضرات انبیائے کرام، اولیائے عظام کے فضائل ومراتب، معجزات وکرامات بیان کرتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اہلسنت والجماعت کے جو عقائد ہیں ان کو خوب بار بار دہرائیں، ان کا ذکر کرتے رہیں، ان کی یاد دِلاتے رہیں۔ یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ ان باتوں کو تو سب جانتے مانتے ہیں۔ اگرچہ جانتے ہیں پھر بھی یاد دلاتے رہیں اور اللہ کا ذکر تو دین و دنیا کے سب کاموں سے زیادہ ضروری کام ہے۔

اللہ کے ذکر وشکر کا حق کوئی ادا نہیں کر سکتا:

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اس کی وحدت وقدرت، شان وعظمت برتری وعزت علم وحکمت میں غور وخوض ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور کوئی اس کی گہرائی نہ پا سکا۔ اس کے ذکر وشکر وعبادت کا حق کوئی ادا نہ کر سکا لیکن ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس کا شکر بجالائے۔ خدائے پاک کے قرب اور اس کی نزدیکی کا معیار یہی ہے کہ جس کو جتنا زیادہ اس کے ذکر وشکر وعبادت میں لذت، مزہ بڑھتا جاتا ہے وہ اتنا ہی اس سے قریب اور صاحب مرتبہ ہوجاتا ہے۔(ذکر و دعا، ص ۷)

ذکر کے لئے مددگار کچھ مشورے:

☆ کھانا خوراک سے تھوڑا کم کھائیں خواہ کتنا ہی ذائقے دار ہو۔ ☆ ہلکی پھلکی سادہ غذا کھائیں۔ ☆ زیادہ ذائقے دار اور لذیذ کھانوں سے بچنے کی کوشش کریں اور جن کھانوں کو لوگ گھٹیا سمجھتے ہیں ان میں زیادہ مزہ نہیں ہوتا، انھیں قصداً کھانے کی عادت ڈالیں۔ ☆ ہفتے میں ایک یا دو مرتبہ سے زیادہ گوشت نہ کھائیں۔ ☆ بغیر بھوک کے کھانا کبھی نہ کھائیں۔ ☆ ہفتے میں ایک یا دو روزے رکھ لیا کریں۔ پیر اور جمعرات کا روزہ سنت ہے۔ ہمارے اِن مشوروں پر آپ نے اگر عمل کر لیا تو بہت سی بیماریوں سے بھی آپ محفوظ رہیں گے۔ آج کل جو مریضوں سے اسپتال پٹے پڑے ہیں اس کی خاص وجہ کھان پان میں بے احتیاطی لذیذ کھانوں کی زیادتی بے بھوک کھانا اور ٹھونس کر کھانے کی عادت بھی ہے۔

☆ مالدار، دولت مند بننے کی خود زیادہ کوشش نہ کریں اللہ بنائے تو اس کی مرضی۔ ☆ مال داری صرف اپنے لئے نہ ہو بلکہ دوسروں کے لئے بھی ہو۔ ☆ ایسا مال دار دیندار مسلمان جو خود غریبوں کی سی زندگی گزارے، غریبوں کے سے کھانے کھائے، غریبوں کے سے کپڑے پہنے، غریبوں کی طرح مکان بنائے، غریبوں کا سا مزاج رکھے اور اپنی مال داری سے دوسرے غریبوں پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں دور کرے وہ اللہ والا ہے۔ ☆ نیک، دین دار، خدائے تعالیٰ سے ڈرنے والی عورت سے شادی کریں خواہ غریب ہو اور خوبصورت نہ ہو۔ ☆ آمدنی بڑھانے کی فکر کی بجائے خرچ اور اپنی خواہشات و ارمان کم کرنے کی کوشش کریں۔

☆ جب اللہ کا ذکر اس کا شکر وعبادت کریں یا صدقہ وخیرات کسی کی غم خواری، تیمارداری یا کوئی بھی نیکی آپ سے ہو تو فوراً یہ دھیان آئے کہ یہ میں نے نہیں کیا بلکہ اللہ نے مجھ سے کرالیا۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ حد درجہ کثرت سے عبادت کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اس کے مقبول ہونے کی دعا کرنے کی بجائے گناہوں کی مغفرت کی دعا ضرور فرماتے اور توبہ استغفار کرتے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اپنی عبادت وریاضت کو یہ خیال فرماتے کہ اس میں ہمارا کچھ نہیں جس کا ہم صلہ اور بدلہ مانگیں۔ یہ تو سب اللہ کی توفیق سے ہے۔

☆ کسی غافل، دنیادار، بدکار کو دیکھ کر اپنی بڑائی برتری کی بجائے یہ خیال آئے کہ اللہ کا جو فضل مجھ پر ہے وہ اس پر نہیں اگر انھیں سدھار سکتے ہیں تو کوشش کریں ورنہ انھیں برا بھلا کہنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ انھیں نیک کردے، ذاکر وشاکر وعبادت گزار بنادے۔ ایک مشہور معروف عظیم بزرگ حضرت ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جب اپنے دوستوں میں کوئی عیب دیکھتے تو خود توبہ کرتے ہوئے مجاہدات میں اضافہ کردیتے اور فرماتے کہ یہ میری ہی نحوست کی وجہ سے اس میں یہ عیب ہے۔(تذکرۃ الاولیاء)(جاری)

☆☆☆

☆ صدر المدرسین دار العلوم غریب نواز، نزد جامع مسجد منڈلہ (ایم پی)

اصلاح معاشرہ

شب برأت۔نسبتوں کے اعلان واظہار کی رات

محمد اسلم رضوی چشتی★

اِس جہان خیر وشر میں اللہ کریم نے انسانیت کی رشد وہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیائے کرام مبعوث فرمائے، ان میں سے ۳۱۳ کو منصب رسالت پر فائز فرمایا۔اللہ نے اپنی خوشی اور ناراضگی کے امور سے آگہی کے لئے ان کو صحائف اور کتابیں بطور دستور عطا فرمائیں۔ انبیاء ورسل علیہم السلام نے اپنا فریضہ منصبی باحسن طریق ادا کیا لیکن ان کی امتوں نے ان کی دعوت کو درخور اعتناء نہ سمجھا، پیغمبروں نے دل برداشتہ ہو کر اُن کی تباہی کی دعا کردی اور وہ قومیں خدائی قہر کی لپیٹ میں آگئیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی، چند لوگوں کے سوا جب اکثریت دین حق کی طرف مائل نہ ہوئی تو عرض کردیا: ربی لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (سورۃ نوح آیت ۲۶) یا اللہ زمین پر ان کافروں کا کوئی گھر نہ رہنے دے۔دعا منزل اجابت تک پہنچی تو اللہ نے فرمایا:حتی جاء امرنا وفار التنور ۔(سورۃ ہود آیت ۴۰) یہاں تک کہ ہمارا عذاب آگیا اور تنور سے پانی ابلنے لگا، اوپر سے موسلا دھار بارش کا نزول نیچے سے تنور جیسے کسی دریا کا دہانہ کھل گیا ہو۔دیکھتے ہی دیکھتے،طوفان بلاخیز نے پورے علاقے کو گھیر لیا۔اللہ نے فرمایا: واغرقنا الذین کذبوا بآیاتنا کہ ہم نے ان لوگوں کو غرق کردیا جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تھی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے پوری جانفشانی کے ساتھ تبلیغ حق کا فریضہ سرانجام دیا، جب قوم نے مسلسل انکار کی روش اختیار کی تو وہ عذاب کا شکار کر دی گئی۔ارشاد ربانی ہے:الا بعدا لعاد قوم ھود (سورۃ ہود آیت ۶۰) خبردار! عاد جو حضرت ہود کی قوم ہے اس کے لئے اللہ کی رحمت سے دوری یعنی عذاب ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابرہیم علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے۔مصر سے کنعان کی طرف دونوں پیغمبروں نے اکٹھی ہی ہجرت کی تھی، حضرت لوط علیہ السلام اردن کی ترائی میں واقع عمورا، اوماد، زبولیم وغیرہ بستیوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے، یہاں کے لوگ عقائد واعمال کی دیگر خرابیوں کے ساتھ ساتھ، ہم جنس پرستی جیسی گھٹیا ترین برائی کا شکار تھے، کسی خوبرو کو دیکھ کر اُن کے باطن کی بدبو اور تیز ہو جاتی اور پھر وہ اس کی آبرو کے لئے چیلنج بن جاتے، حضرت لوط علیہ السلام نے بہت کوشش کی، وہ جنسی درندگی کے عمل سے باز آجائیں، لیکن جب انھوں نے اللہ کے نبی کے آوازۂ حق پر کان نہ دھرا تو پھر عذاب الٰہی نے ان کو دھر لیا اور تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ (سورۃ ہود آیت ۸۲)

پس جب ہمارا عذاب آگیا تو ہم نے ان بستیوں کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا، آگ پر پکے ہوئے پتھروں کی پے درپے بارش کردی، پتھروں کے اوپر تمہارے رب کی طرف سے عذاب کی مہریں بھی لگی ہوئی تھیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے قلب ونظر کی درستگی کی حد درجہ کوشش فرمائی، شرک سے بچنے کا پرتاثیر پیغام دیا، اللہ نے اپنے نبی کی دعوت کو مؤکد کرنے کے لئے بطور معجزہ پتھر سے زندہ اونٹنی بھی نکالی، جس نے باہر نکلتے ہی فوراً بچہ جن دیا، اس طرح کا محیر العقول معجزہ دیکھ کر بھی قوم ثمود کی نیتوں کے قبلے درست نہ ہوئے بلکہ ان ظالموں نے اس اونٹنی کی قدر کرنے کی بجائے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، بس پھر غیرت الٰہی کو جلال آگیا اور ایک کڑک کے ساتھ ہی ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔قرآن کہتا ہے:

وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۔(سورۃ ہود آیت ۶۷) پس ظالموں کو کڑک نے ایسے گرفتار بلا کیا کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام قوم مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث کیے گئے، یہ قوم ہوس زر کا بری طرح شکار تھی، لالچ ان کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا، کسی سے کوئی چیز لینے کے لئے ان کے پیمانے اور ہوتے۔جب کسی کو کوئی چیز بیچتے تو پیمانے اور ہوتے۔حضرت شعیب علیہ

السلام نے ان کو اس ناانصافی سے روکنے کی کوشش کی اور فرمایا:

لا تنقصوا المکیال والمیزان (سورۃ ہود آیت ۸۴)

ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ جب وہ بار بار سمجھانے کے باوجود باز نہ آئے تو: وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ۔ (سورۃ ہود آیت ۶۷) وہ ظالم شدید کڑک کی گرفت میں آ گئے، پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اول العزم رسولوں میں سے ہیں، بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے، قوم بڑی لاڈلی تھی، موسیٰ علیہ السلام نے اپنا فریضہ نبوت ورسالت پوری دیانت داری سے ادا کیا، فرعون اور اس کے گماشتوں کے ساتھ ٹکر لے کر پیغام حق پہنچایا، توحید کا چراغ فروزاں کیا، قوم کی اعتقادی اور عملی خرابیوں کی وجہ سے مرور وقت کے ساتھ مختلف عذابوں کا شکار ہوگئی، جس کا ذکر قرآن مقدس میں موجود ہے:

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَالدَّمَ (سورۃ ہود آیت ۹۴)

اللہ نے ان پر طوفان کا عذاب بھیجا، مکان گر گئے اور بہت سی جانیں ضائع ہوگئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جان چھوٹی لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد، مزاج پھر بگڑ گئے تو اللہ نے ٹکڑی کا عذاب نازل کر دیا، جو ان کی فصلوں کو چٹ کر گئی، فاقوں مرنے لگے تو پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے دعا کی، اس عذاب سے جان چھوٹ گئی، تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پھر خرابیاں کرنے لگے تو اللہ نے پسوؤں اور جوؤں کا عذاب بھیج دیا جب جینا مشکل ہوگیا تو پھر موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی آپ کی دعا سے یہ عذاب ٹلا۔ دو تین سال سکون سے گزارے اور پھر عادتیں شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے مینڈکوں کا عذاب بھیج دیا، جہاں بیٹھتے مینڈک ان کے دائیں بائیں جمع ہو جاتے، کھانا کھانے کے لئے منہ کھولتے تو مینڈک چھلانگ لگا کر منہ میں داخل ہو جاتے، لیٹنے لگتے تو بستر پر مینڈکوں کے ڈھیر لگ جاتے، جب ذلیل ہوئے تو پھر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی، اللہ نے چھٹکارا عطا فرمایا، کچھ وقت کے بعد اپنی پہلی روش پر آئے تو اللہ نے خون کا عذاب بھیج دیا، کھانا پکاتے، خون ہو جاتا، پانی پینے لگتے، خون ہو جاتا، یہاں تک کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والوں سے کہا کہ ہماری تو زبانیں بھی سوکھ کر کانٹا ہو چکی ہیں۔ تم مہربانی کرو کہ اپنے منہ میں پانی ڈال کر ہمارے منہ میں کلی کر دو، شائد ہمارا حلق تر ہو جائے، لیکن خدا کی قدرت جب پانی مسلمان کے منہ میں ہوتا تو پانی ہوتا لیکن جیسے ہی کافر کے منہ سے مس ہوتا تو خون بن جاتا۔ عذاب کی یہ وہ مختلف صورتیں ہیں جو قوم موسیٰ پر آئیں، ایک وہ بڑا عذاب بھی ہے، جب اللہ نے فرعون کو غرقاب کر دیا اور اس کے جسم کو صبح قیامت تک کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔

سطور بالا میں جن قوموں کا ذکر کیا گیا ہے یہ بھی ہماری طرح آدم علیہ السلام کی اولاد تھے، انہی اعضاء وجوارح کا مرکب تھے جن سے ہمیں بنایا گیا ہے، اسی طرح ناک، منہ، آنکھیں رکھتے تھے، جیسے ہماری ہیں۔ روٹی، پانی، پھل، سبزیوں کے سہارے ہی ان کی زندگی کا پہیہ بھی رواں دواں تھا، جیسے ہمارا ہے۔ وہ بھی اسی رب کی مخلوق تھے جس کی ہم ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ جب ان کے گناہوں میں اضافہ ہوا تو ان پر عذاب آ گئے، ان کو عذاب کی چکی میں پیس دیا گیا، ان پر پتھر برسے، ان کے بستے گھروں کو الٹ پلٹ کر کے تہس نہس کر دیا گیا، ہم ہیں کہ ہمارے کرتوت پہلی قوموں سے کہیں زیادہ ہیں، پہلی قوموں کی ساری قباحتیں ہمارے اندر موجود ہیں، لیکن پھر بھی ہمارے اوپر عذاب نہیں آتا، زندگی میں کئی دفعہ اللہ کی رحمتوں کا سیلاب آتا ہے، ہر رات کے پچھلے پہر۔

پچھلی راتیں رحمت رب دی کرے بلند آوازا
رحمت منگن والیاں کارن کھلا ہے دروازہ

کبھی ایک نماز سے دوسری نماز تک، کبھی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، کبھی شب برأت کی صورت میں، کبھی شب قدر کی صورت میں، کبھی رمضان المبارک کا پورا مہینہ یہ سارے اللہ کی رحمتوں کے سامان ہیں، جو اس نے ہمارے لئے فرمائے اور اس طرح کی کئی اور صورتیں۔ کبھی آپ نے سوچا ہے کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ ہم اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں، ہم سے غلطی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار موقع عطا فرماتا ہے، اس کا واضح اعلان ہے کہ اگر تو سچے ارادے کے ساتھ واپس میری طرف آ جائے تو میں تیرے گناہ معاف کر دوں گا، پھر گناہ ہوتا ہے، رحمت الٰہی پھر ہمارا راستہ دیکھتی ہے کہ کب اس کی توجہ اپنے رب کی طرف ہو تو میں اس کو اپنے سائبان میں جگہ دے دوں۔ اللہ نے اپنے محبوب کی زبان سے اعلان کروا دیا۔ کوئی کتنا گناہ گار ہو، جب توبہ کر لے گا تو التائب من الذنب کما لا ذنب له۔ توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں تھا، گویا توبہ کے بعد سفر زندگی کو حسین بنانے کا ایک اور موقع دے دیا۔

یہ سارا کچھ ہماری وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے محبوب کی وجہ سے ہے، اس کی نسبت غلامی کی وجہ سے یہ امت اللہ تعالیٰ کی منظور نظر بنی ہوئی ہے، عالم غیب کے کسی فرد نے کہہ ہی دیا:

کوئی منظور نظر شخص ہی ہارا ہوگا　　تبھی اعلان ہوا ہے کھیل دوبارہ ہوگا

نفس وشیطان کے مقابلے میں ہمارے بار بار ہارنے کے باوجود اللہ کریم کا جیت کے لئے بار بار مواقع عطا فرمانا یہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ صدقہ ہے کشورِ حسن کے اس سلطان کا جس کے رخ روشن کو اس نے **والضحی** کہا ہے، جس کی زلف عنبریں کو اس نے **والیل اذا سجی** کہا ہے، جس کی آنکھوں میں **ما زاغ** کا جلا ہے، تو جس کے ماتھے پر یٰس کا سہرا ہے، جس کا ہاتھ **ید اللہ** ہے، تو جس کا چہرہ **وجہ اللہ** ہے، جس کے سینے کی وسعتیں **الم نشرح لك صدرك** میں بیان کی گئی ہیں، تو جس کی اخلاقی فضیلتیں **انك لعلی خلق عظیم** کا مصداق کامل ہیں، ہاں ہاں وہی محبوب اعظم واکمل واشرف وانور واطیب، اطہر جو وجہ شش جہات ہے اور باعث تخلیق کائنات ہے، جو اپنے رب کا حامد بنے تو احمد کہلائے اور ممدوح ومحمود بنے تو محمد کی شان پائے، اس لئے اس محبوب کی وجہ سے ہم پر کرم ہوتا ہے، تو پھر ہماری زبانیں یہ کہنے کے لئے بے قرار ہو جاتی ہیں کہ

حضور میری تو ساری بہار آپ سے ہے
جو مل رہا ہے مجھے، سارا پیار آپ سے ہے

شب برأت بھی اللہ تعالیٰ کے اسی پیار کا ایک خوبصورت مظہر ہے۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

عن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال: إذا كان ليلة النصف من الشعبان، نادى منادٍ هل من مستغفر؟ فأغفر له، هل من سائل؟ فأعطيه، فلا يسأل أحد شيئاً إلا أعطي إلا زانية بفرجها أو مشرك) (شعب الإيمان للبيهقي، جلد ۳ ص ۳۸۳)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، رسول کریم ﷺ ارشاد فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی اعلان کرتا ہے، ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا، کہ میں اسے بخش دوں، اس رات کو اللہ سے کوئی بندہ جو چیز مانگتا ہے وہ اسے عطا کی جاتی ہے سوائے بدکار عورت اور مشرک کے، کہ ان کو محروم ہی رکھا جاتا ہے۔

عن كثير ابن مرة الحضري عن النبي ﷺ في ليلة النصف من شعبان يغفر الله عزوجل لاهل الارض الا المشرك و المشاحن (شعب الایمان للبیہقی جلد ۳ ص نمبر ۳۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۴۳۸)

حضرت کثیر بن مرہ الحضری سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، شعبان کی پندرہویں شب کو اللہ کریم اہل زمین کو بخش دیتا ہے سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ کی جستجو میں نکلی، کیا دیکھتی ہوں کہ رسول کریم ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں، آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ خدا اور رسول تم پر زیادتی کر سکتے ہیں؟

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ خیال ہوا کہ شائد آپ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ اِس رات کو لیلۃ الصك یعنی دستاویزی رات بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس رات میں پورے سال کے دوران پیدا ہونے والوں اور فوت ہونے والوں کی فہرست تیار کی جاتی ہے۔

نزول برکات کی وجہ سے اس کا دوسرا نام لیلۃ المبارکہ ہے۔ اللہ کی خاص رحمتوں کے نزول کی وجہ سے اس کا تیسرا نام لیلۃ الرحمۃ ہے۔ گنہگاروں کے دوزخ سے بری ہونے کی وجہ سے اس کا چوتھا نام لیلۃ البرأۃ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں غفلت سے بچائے اور اس رات کو اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ کریم ہمارے قومی اور انفرادی سب گناہوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

☆☆☆

☆ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بھیرہ شریف

شخصیات اسلام

تاج دارِ ولایت حضرت علی مرتضیٰ مولیٰ مشکل کشا

منصور عالم علیمی برکاتی★

حضرت علی ۱۳؍رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک سنہ ۶۰۰ ء کعبہ شریف کے اندر پیدا ہوئے۔حضرت سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باکرامت کعبۃ اللہ شریف کے اندر ہوئی، جیسا کہ روایت میں ہے:ولد رضی اللہ عنہ بمکۃ داخل البیت الحرام۔ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ۔ قالہ ابن الصباغ ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے اندر ہوئی۔علامہ ابن صباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ آپ سے قبل خانۂ کعبہ میں کسی کی ولادت نہیں ہوئی۔(۲)

والد ماجد نے آپ کا نام اسد رکھا، والدہ ماجدہ نے حیدر رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رکھا۔جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نام انتخاب فرمایا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم مجھے غیب سے آوازیں آتی تھیں کہ فاطمہ اس بچے کا نام علی رکھنا، میں نے اس نام کو چھپایا تھا۔(۳)

لقب:امیر المومنین،حیدر کرار،اسد اللہ۔کنیت:ابوالحسن۔ابوتراب۔

والد ماجد کا اسم مبارک حضرت ابوطالب بن عبد المطلب ہے اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔آپ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنھیں اسلام کی دولت میسر ہوئی، اور ہجرت فرمائی، ہاشمی بچہ کو جنم دیا، آپ نے جب وصال فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قمیص میں دفن کیا اور اُن کے لئے دعا فرمائی۔

سلسلۂ نسب:علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب۔

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب کی حیات اسلام کا وہ شفاف آئینہ ہے جسے کفر و ضلالت کی گرد قیامت تک دھندلا نہیں کر سکتی۔ہم جس قدر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اپنی پیدائش کے ساتھ ہی حضرت علی نے رسول خدا پر نظر رکھی، جب تک حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنی آغوش میں نہ لیا انھوں نے آنکھیں نہ کھولیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نومولود کو اپنی گود میں لیا، بچے نے آنکھیں کھولیں اور حضور اکرم کا چہرہ پُرنور دیکھا۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان بچے کے دہن میں رکھی تو لعاب دہن چوسا یعنی پہلا چہرہ دیکھا تو نبی کا، دنیاوی چیزوں میں پہلا ذائقہ چکھا تو نبی کے لعاب دہن کا۔

حضرت علی کی پرورش وکفالت حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی، آپ نے آغوش رسالت میں پرورش وتعلیم وتربیت پائی۔ظاہر ہے کہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر حضرت علی کی رگ و پے میں سرایت کر گیا۔اس لئے حضرت علی کا ہر عمل رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش وتعلیم وتربیت کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی نے نہ صرف اپنی زندگی رسول کے مقاصد، تعلیمات اور تحفظ کے لئے وقف کر دی بلکہ آل واولاد کو بھی دین اسلام کی بقاء کی ذمہ داری سونپ دی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ حسین ابن علی نے اپنا سر سجدہ الٰہی میں دے کر ثابت کر دیا کہ رضائے معبود حاصل کرنا کس کو کہتے ہیں۔

حضرت علی کی صاحبزادی حضرت زینب نے دشمن اسلام کے اقتدار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، باوجود قیدی ہونے کے، سجے ہوئے بازاروں اور بھرے ہوئے درباروں میں اپنے فصیح وبلیغ خطبوں سے حق وباطل کی وضاحت کر کے لوگوں کی آنکھوں پر پڑے غفلت کے پردے ہٹا دیے اور حکومت یزید کی بنیادوں کو ہلا دیا۔

حضرت ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کا بار ہلکا کرنے کے لئے مولائے کائنات کو اپنے دامن پرورش میں لے لیا، اس طرح ابتدا ہی سے آپ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی، اسی کا یہ اثر ہوا کہ جب نبی رحمت شمع امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت اور نبوت کا اعلان کرنے کے لئے کوہ صفا پر اپنے اقربا کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے اسلام کی دعوت پیش کی تو صرف ایک آواز

آئی وہ بھی ایک بچے کی اور یہ آواز رسول اللہ ﷺ نے تین بار لگائی تھی لیکن ہر بار اُسی بچے کی آواز آتی لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ جو آواز تھی حضرت مولائے کائنات کی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کو ابتدا ہی سے تربیت صالح ملی تھی، اس لئے زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں سے آپ کا دامن پاک وصاف رہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت اپنے محسن اعظم سے عرض کیا

''یا رسول اللہ! عمر میں میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں کمزور ہیں تاہم میں آپ کا معاون ومددگار اور قوتِ بازو بنوں گا'' اس کے جواب میں یتیموں کے ماوا، بے کسوں کے کس، محبوب پروردگار نے حضرت علی کے لئے ارشاد فرمایا ''تم میرے وارث اور بھائی ہو'' (۴)

ابویعلی نے مولائے کائنات سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دوشنبہ کے دن اعلان نبوت فرمایا، میں نے دوشنبہ ہی کے دن اسلام قبول فرمایا۔ (۵) امام سیوطی رحمہ اللہ ایک روایت میں یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ اسلام میں قدیم ہیں بلکہ حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت زید بن ارقم اور حضرت سلمان فارسی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بہت سے صحابہ کرام اِس پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا۔ بعض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، بنی ہاشم میں آپ پہلے خلیفہ ہوئے۔ (۶)

اخلاق کریمہ: اپنوں کے ساتھ تو ہر کوئی بہتر اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جب بات آتی ہے اپنے دشمنوں کے ساتھ بہتر اخلاق کا نمونہ پیش کرنے کی تو ہر کوئی اس مقام پر پیچھے نظر آتا ہے لیکن حضرت علی اِس مقام پر بھی اعلیٰ وارفع نظر آتے ہیں اور اپنے دشمنوں کے ساتھ حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔ مرقاۃ المفاتیح کی روایت میں ہے کہ ''حضرت علی نے جہاد میں ایک کافر کو پچھاڑا، اُسے قتل کے اِرادے سے اُس کے سینے پر بیٹھے، اُس نے آپ پر تھوک دیا، آپ نے اُسے چھوڑ دیا، سینے سے اُٹھ گئے۔ اُس نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ تیری اس حرکت سے مجھے غصّہ آ گیا، اب تیرا قتل نفسانی وجہ سے ہوتا نہ کہ ایمانی وجہ سے، اِس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ وہ آپ کا یہ اِخلاص دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔'' (۷) مستدرک میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس جب حضرت زبیر کا سر آیا تو آپ نے فرمایا: فرزند صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر ہے۔ (۸)

عقد مسنون: حضور اکرم ﷺ نے سن ۲ھ میں مولائے کائنات کو اپنی دامادی کا شرف بخشا، اور سیدہ کائنات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے آپ کا عقد مبارک ہوا۔ حضرت علی نے مختلف اوقات میں نو شادیاں کیں اور ان کے علاوہ آپ کی کئی باندیاں بھی تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ سے ہوا، ان سے تین صاحبزادے امام حسن، امام حسین اور امام محسن پیدا ہوئے۔ حضرت محسن رضی اللہ کا بچپن میں ہی وصال ہو گیا۔ سیدہ فاطمہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو صاحبزادیاں زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ پیدا ہوئیں۔ جب تک حضرت فاطمہ بقید حیات رہیں آپ نے کسی اور سے نکاح نہ کیا۔ حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد مختلف اوقات میں آپ کے درج ذیل نکاح ہوئے:

(۲) ام البنین بنت حرام عامریہ رضی اللہ عنہا: ان سے چار فرزند حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ (۳) لیلیٰ بنت مسعود تیمیہ رضی اللہ عنہا: ان سے دو بیٹے عبیداللہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ (۴) اسماء بنت عمیس خثیمہ رضی اللہ عنہا: ان سے یحییٰ اور محمد اصغر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ (۵) ام حبیبہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا: ان سے حضرت عمر اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ (۶) امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا: ان سے محمد اوسط رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (۷) خولہ بنت جعفر حنفیہ رضی اللہ عنہا: ان سے محمد اکبر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو محمد حنفیہ کے نام سے معروف ہیں۔ (۸) ام سعید بنت عروہ رضی اللہ عنہا: ان سے ام الحسین اور رملہ کبریٰ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔ (۹) محیاۃ بنت امراء القیس: ان کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں فوت ہو گئیں۔

باندیوں سے پیدا ہونے والی اولاد کے نام:
حضرت ام ہانی، حضرت میمونہ، حضرت زینب صغریٰ، حضرت رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، حضرت فاطمہ، امامہ، حضرت خدیجہ، حضرت ام الکبریٰ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام جعفر، حضرت ام جمانہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (۹)

مکی ومدنی زندگی: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہوتی ہے آپ نے آنکھیں حضور کی گود میں کھولی اور حضور کی صحبت میں شب وروز گزارتے ہیں، مکہ میں ہر جگہ

حضور کے ساتھ ہوتے ہیں، خلوت وجلوت میں بھی ساتھ ہوتے، عبادت ریاضت میں بھی ساتھ ساتھ ہوتے، اسلام قبول کرنے کے بعد آپ وعظ ونصیحت کے جلسوں وتبلیغ اسلام کے مجمعوں میں ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے۔ حضور نے وقت ہجرت آپ کے سپرد ایک اہم ذمہ داری سونپی، کہ آج کی رات تم میرے بستر پر آرام کرنا اور صبح کے وقت یہ امانتیں لوگوں کو لوٹا کر کے مدینہ اپنے اہل سے آکر مل جانا۔ ایسا ہی ہوا حکم کی تعمیل کی اور واپس بارگاہ رسالت میں مدینہ منورہ حاضر ہو گئے۔

ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپ کا یہی معمول تھا کہ حجر میں ہوں یا سفر، گھر میں ہوں یا گھر سے باہر سائے کی طرح حضور کے ساتھ رہتے، غزوات اور سرایہ میں بھی آپ حضور کے ساتھ تشریف لے جاتے، آپ کے اِن اعمال کی بنا پر حضور آپ سے بہت خوش رہتے اور کیوں نہ ہوتے کہ یہ ساری تہذیت وتمدن آپ ہی کی دی ہوئی تھیں۔

اہم کارنامے: حضرت علی کی زندگی قبل خلافت بھی اور بعد خلافت بھی غزوات اور جنگوں میں گھری ہوئی تھی۔ عبادت وریاضت میں طاق تھے۔ دوسری طرف جرأت بہادری میں بھی بے مثال تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت فرمایا تو آپ کو اپنا جانشین بنایا اور لوٹانے کے لئے وہ سب امانتیں دیں اور اپنا بستر آرام کرنے کے لئے عنایت فرمایا، غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور بہت سے غزوات میں آپ کے ہاتھوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا دیا اور آپ کامیاب وکامران بھی ہوئے، خاص کر کے جنگ خیبر کا معرکہ کہ آپ نے تنہا اس کے دروازہ کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ سرکار نظمی مارہروی علیہ الرحمہ اپنے نانا، دادا، مولا مشکل کشا کی بہادری کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

وہ جن کو کہتے ہیں شیر خدا مشکل کشا حیدر
علی کا نام آتا ہے تو خیبر کانپ اٹھتا ہے (۱۰)

فرامین علی ابن ابی طالب:

تاجدار ولایت، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کریمہ بہت ہیں لیکن میں چند بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

(۱) مولا مشکل کشا نے فرمایا کہ مجھ سے پانچ باتیں یاد کرلو (۱) کوئی نہ ڈرے مگر اپنے گناہ سے۔ (انسان کو اپنے گناہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے) (۲) کوئی آرزو نہ کرے مگر اپنے رب سے۔ (جو کچھ بھی خواہش ہو اُس کا اظہار صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے) (۳) جو نہ جانے اس کو سیکھنے میں کوئی آدمی شرم نہ کرے۔ (۴) جب کوئی ایسی بات کے بارے میں سوال کیا گیا جو وہ نہ جانتے تو وہ یہ کہنے میں شرم نہ کرے کہ میں نہیں جانتا، اللہ خوب جانتا ہے۔ (۵) صبر ایمان سے ایسا ہی تعلق رکھتا ہے جیسا کہ سر جسم سے، جب صبر گیا ایمان گیا اور جب سر گیا، جسم گیا۔ (۱۱)

(۲) مولا مشکل کشا نے فرمایا: سات باتیں شیطان کی طرف سے ہیں: ۱۔ سخت غصہ۔ ۲۔ چھینک کی شدت۔ ۳۔ جماہی کی شدت۔ ۴۔ قے۔ ۵۔ نکسیر پھوٹنا۔ ۶۔ سرگوشی۔ ۷۔ ذکر کے وقت نیند۔

(۳) مولا مشکل کشا نے فرمایا: ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ امت میں ایمان والا ہی سب سے زیادہ ذلیل ہوگا۔ (۱۲)

(۴) مولا مشکل کشا نے فرمایا: عمل سے زیادہ اس کے مقبول ہونے کا اہتمام کرو، تقویٰ کے ساتھ تھوڑا عمل کم نہیں اور جو عمل مقبول ہو جائے وہ کیسے کم ہوگا۔ (اس کے لئے اخلاص کی ضرورت پڑتی ہے اپنے اخلاص کو ہمیں بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا عمل بارگاہ رب العالمین میں مقبول ہو جائے) (۵) مولا مشکل کشا نے فرمایا: علم کے چشمے اور شب کے چراغ بن جاؤ، تمہارے کپڑے تو پرانے ہوں لیکن دل نئے ہوں، اس کی وجہ سے آسمان میں تمہیں پہچانا جائے گا اور زمین میں تمہارے چرچے ہوں گے۔ (۱۳)

اوصاف: حضرت علی کمال تقویٰ و پرہیزگاری کے باوجود شگفتہ مزاج تھے۔ کبھی پیشانی پر بل نہیں آتا لیکن ان کے ہشاش بشاش چہرے پر جلال وتمکنت کا یہ عالم تھا کہ نگاہیں ان کے سامنے اُٹھ نہ سکتیں تھیں۔ آپ کے بیشمار اوصاف ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔

یوم وصال: ماہ رمضان، سن، ۴۰ھ میں مولائے کائنات پر بوقت فجر ابن ملجم نے زہر میں بوجھی ہوئی خنجر سے حملہ کیا، زخمی ہونے کے تین روز بعد ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ، میں جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی مدت خلافت ۴ سال ۹ مہینے ہیں۔

مدفن: رشد وہدایت کے اس آفتاب ومہتاب کو کوفہ کے عری قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ شواہدۃ النبوۃ میں ایک روایت یوں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے حضرات حسنین کریمین کو وصیت کی کہ میری

وفات کے بعد مجھے ایک چار پائی پر باہر لے جانا اور غریبین پہنچا دینا، وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گئے جس سے نور کی شعائیں نمایاں ہوتی ہوں گی اُسے ذرا ہٹاؤ گئے تو وہاں سے کشادہ جگہ ظاہر ہوگی مجھے وہیں دفن کر دینا۔(۱۴)

حواشی:

(۱) محبوب حبیب رب العالمین حضرت اویس قرنی (۵۹۴۔۶۵۹ء)

(۲) المستدرک للحاکم جلدسوم، ص ۴۸۳، نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ﷺ، ص ۸۴

(۳) مدارج النبوہ جلد ۲، ص ۷۱۹، اوراق غم، ص ۱۴۹۔ (۴) خلاصہ، تاریخ اسلام، ج ۱، ص ۲۳۳۔ شاہ معین الدین احمد ندوی

(۵) مدارج النبوہ، ص ۷۱۹ (۶) تاریخ الخلفا للسیوطی، ص ۱۵۶/۱۵۵

(۷) مرقاۃ المفاتیح، ج ۷، ص ۱۲ رتحت الحدیث ۵۱۳۴

(۸) مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۳۶۷

(۹) (۱) ابن کثیر، البدایہ و النهایه، ۳۳۲/۷، بیروت، مکتبه المعارف (۲) ابن قتیبه، المعارف، ۲۱۰/۱، القاهره، دار المعارف (۳) ابن کثیر، الکامل في التاریخ ۲۶۲:۳، بیروت، دار الکتب

(۱۰) بعد از خدا، نعتیہ دیوان، ص ۲۰۶

(۱۱) تاریخ خلفا، ص ۱۷۳، بحوالہ سنن سعید بن منصور (۱۲) ایضاً ص ۱۷۴

(۱۳) حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۷، بیروت (۱۴) شواهد النبوه، ص ۲۹۷

☆☆☆

☆ ناظم نشر واشاعت: مرکز المعارف الاسلامیہ جامعہ آل رسول خانقاہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ شریف (یوپی)

شیر میوات مفتی محمد اسحق اشفاقی کے برادرِ اصغر محمد اسلام ٹائیں دارِ فانی سے کوچ کر گئے

مؤرخہ ۲ رجب ۱۴۴۳ھ ۴ فروری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ محمد اسلام اشفاقی مرحوم ٹائیں، نوح میوات (ہریانہ) طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ رٰجعون۔ نماز جنازہ بعد نماز عشاء مرحوم کے برادرِ اکبر مفتی محمد اسحاق اشفاقی نے پڑھائی۔ مرحوم کو آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ تدفین کے بعد مفتی صاحب نے دعائے مغفرت کرائی۔ مرحوم کا علاقہ میوات میں معززین میں شمار تھا، بڑے خوش اخلاق و ملنسار تھے۔ مرحوم کے بڑے بھائی مفتی ہیں، ان کے دو بیٹے، ایک بھتیجے عالم ہیں مولانا محمد عرفان اشفاقی، شیخ الحدیث مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق ٹائیں، مولانا عارف رضا اشفاقی، مولانا ناصر اشفاق۔ ۵ فروری کو قرآن خوانی وکلمہ خوانی کی گئی۔ مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق کے سبھی طلبہ نے شرکت کی۔ اخیر میں شیر میوات نے موت وآخرت پر رقت انگیز وعظ ودعا کی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

سید التابعین حضرت اویس قرنی

حضرت اویس قرنی نے حضور علیہ السلام کے زمانے میں ہی اسلام کو گلے لگایا لیکن انھیں حضور کی زیارت نہیں ہوسکی کیوں کہ آپ اپنی ماں کی خدمت میں رہا کرتے تھے

ڈاکٹر جاوید احمد خاں★

محبوب حبیب رب العالمین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۹۴۔۶۵۸ء) کا پورا نام اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو ہے۔ حضرت اویس قرنی علاقہ قرن جو شہر یمن میں واقع ہے، ۵۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ اسی مناسبت سے وہ پوری دنیا میں قرنی سے معروف و مشہور ہوئے۔ حضرت اویس قرنی تابعین کے درمیان اہم اور بلند مقام رکھتے ہیں۔ وہ خیر التابعین اور سید التابعین کے القاب سے معروف ہیں۔

حضرت اویس قرنی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اسلام کو گلے لگایا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت حاصل نہ ہوسکی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت اویس قرنی ہمیشہ اپنی ماں کی خدمت میں رہا کرتے۔ وہ اپنی ماں سے بے پناہ محبت کیا کرتے۔ ان کی عزت واحترام تہہ دل سے کیا کرتے۔ ایک دن آپ نے اپنی ماں سے اجازت طلب کی کہ حضور کی زیارت کے لئے مدینہ شریف جانا چاہتے ہیں۔ ان کی ماں نے جب یہ سنا تو بے حد خوش ہوئیں اور اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ وہ مدینہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں بلکہ حضور سے ملنے کے بعد وہ جلد ہی گھر واپس آجائیں گے۔ حضرت اویس قرنی نے ماں سے وعدہ کرلیا کہ وہ زیارت رسول اکرم سے فارغ ہوکر جلد ہی گھر لوٹ آئیں گے اور مدینہ شریف کا سفر شروع کردیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں نہیں پایا۔ حضور ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے مدینہ شریف میں حضور کا تین دن تک انتظار کیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگی مصروفیات کی وجہ سے مدینہ نہ پہنچ سکے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ماں سے جو وعدہ کرکے مدینہ شریف آئے تھے، اسی وعدہ کو پورا کرتے ہوئے یمن لوٹ آئے اور اس طرح حضور اکرم نورِ مجسم کی زیارت حاصل نہ ہوسکی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگی مصروفیات سے فارغ ہوکر مدینہ پہنچے تو صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں اویس بن عامر کی خوشبو محسوس کررہا ہوں اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک وفد آئے گا، اُس وفد میں اویس بن عامر ہوں گے۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آتے ہیں۔ وہ دن رات اپنی ماں کی خدمت کیا کرتے ہیں۔ ان کی عزت اور احترام کا ہمہ وقت خیال رکھتے ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات ہیں۔ اگر تم چاہو تو اُن سے اپنے لئے دعا کرالو۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر یمن سے آنے والے لوگوں سے دریافت کیا کرتے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا بھی شخص ہے جس کا نام اویس بن عامر ہے؟ وہ حضرت اویس کی تلاش میں ہمہ وقت مصروف رہتے۔ یمن سے آنے والے ہر وفد سے پوچھتے کہ کیا تمہارے درمیان اویس بن عامر نام کا کوئی شخص موجود ہے؟

تلاش وجستجو کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پا ہی لیا پھر آپ نے حضرت اویس سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے کہا کہ آپ حضور کے جلیل القدر صحابی ہیں میری کیا مجال کہ میں آپ کے لئے دعا کروں۔ آپ مجھ سے افضل واعلیٰ ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وہ ساری باتیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اویس کے بارے میں کہی تھیں، حضرت اویس کو سنا دی۔ حضرت اویس سبھی معاملات کو سمجھ گئے اور پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمادی۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ رب العزت کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ساری رات نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ کچھ اللہ کے ایسے بھی بندے ہیں جو اپنے مالک حقیقی کو راضی کرنے کے لئے ایک ہی سجدہ میں ساری رات گزار دیتے ہیں۔ انہی اہم سجدوں کا تذکرہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں یوں کیا ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ۔۔۔ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اللہ کے نیک بندے اللہ کو خوش کرنے کے لئے مختلف راستے اختیار کرتے ہیں لیکن حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ کچھ الگ ہی تھا۔ وہ خلاق کائنات کی مخلوقات میں تفکر فرمایا کرتے۔ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو قرآن میں بار بار اِس بات کی طرف اشارہ

کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں غور وفکر کریں اور اَفَلَا یَتَفَکَّرُوْنَ اور اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ جیسے الفاظ قرآن کریم میں جگہ جگہ استعمال کیے گئے ہیں جن سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں ہمہ وقت غور وفکر کرتے رہنا چاہیے۔

اسلامی تاریخ میں مذکور ہے کہ ہرم بن حیان حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے کرتے جب شہر کوفہ پہنچے تو وہاں لوگوں سے آپ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے انھیں بتایا کہ وہ فرات ندی کے پاس بالو کے ریت پر ذکر خدا میں مشغول ہیں۔ جب ہرم بن حیان وہاں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ ندی کے کنارے بیٹھے ہیں اور فرات ندی میں جو پانی بہہ رہا ہے اُس میں وہ غور وفکر کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت کی اس نعمت جلیلہ کے سلسلے میں تفکرات فرما رہے ہیں۔

عربی زبان کے مشہور ومعروف ادیب خیر الدین زرکلی اپنی اہم تصنیف الاعلام میں آپ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''حضرت اویس قرنی تابعی ہیں۔ متقدمین ناسک، عابد، زاہد میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وہ یمن کے رہنے والے تھے۔ وہ بالو کے ریت پر زندگی بسر کرتے تھے۔ انھوں نے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو پایا مگر اُن سے مل نہ سکے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور اکثر علماء ومؤرخین کا یہی بیان ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جنگ میں شہید بھی ہوئے۔''

حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ کوفہ کی سر زمین پر ایک محدث لوگوں کے درمیان وعظ فرما رہے تھے۔ جب وہ وعظ سے فارغ ہوئے اور مجلس ختم ہوگئی اور سب چلے گئے مگر وہاں ایک جماعت باقی رہ گئی تھی۔ میں اس مجلس سے قریب ہوا، دیکھا کہ لوگوں کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہے اور وعظ ونصیحت میں مشغول ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص اس طرح سے وعظ فرما رہا ہے کہ میں نے کسی کو بھی اس انداز سے وعظ فرماتے نہیں دیکھا۔ وہ شیریں سخن تھا۔ اس کی گفتگو مٹھاس سے بھری ہوئی تھی۔ اس کے کلام میں جادوئی اثر تھا۔ جو بھی اس کا کلام سنتا وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا۔ اس کی باتیں دلوں تک پہنچتی ہیں اور وہیں اپنا جگہ بنالیتی ہیں۔ میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہیں تو مجھے بتایا کہ وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت ہرم بن حیان مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، کا بیان ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ کے پاس دو کپڑے تھے۔ ایک کپڑے پر لکھا ہوا تھا ''حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنم کی آگ سے آزاد ہیں'' اور دوسرے کپڑے پر لکھا ہوا تھا ''یہ کپڑا حضرت اویس کے لئے جنت کا کفن ہے'' مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سردار ہیں۔ جو بھی مسلمان عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہے وہ آپ پر بجا طور پر فخر کرتا ہے۔ آپ کے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مشہور واقعہ جو کتب اسلامیہ میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جب غزوۂ احد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخم آئے اور خون جاری ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خون پاک کو صاف فرماتے اور اُسے زمین پر نہیں گرنے دیتے کہ خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں سے زمین والوں پر عذاب نازل کرے گا، فرمایا ''یا اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے کیوں کہ وہ مجھے نہیں جانتی اور میری حقیقت نہیں پہچانتی'' اسی اثنا میں عتبہ بن ابی وقاص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک پتھر پھینکا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نچلے لب مبارک پر لگا اور دندان مبارک شہید ہوگئے۔

حضرت اویس قرنی کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے مغلوب وسرشار ہو کر اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جذبہ جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب اطہر میں موجزن تھا تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ سیرت کی کتابوں میں اگرچہ اس واقعہ سے متعلق تردیدی بیان بھی موجود ہے لیکن مشہور بھی اتنا ہے کہ بہت سی کتابوں میں درج ہے۔

المراجع والمصادر: (۱) سیر اعلام النبلاء الذھبی ۔ (۲) الطبقات الکبریٰ ۔ الزھری ۔ (۳) سلسلة الأعلام من الصحابة والتابعين ۔ الشاکری ۔ (۴) الأعلام ۔ الزرکلی ۔ (۵) جامع کرامات الاولیا ۔ النبھانی ۔ (۶) مرأة المناجیح شرح مشکوٰۃ ۔ مفتی احمد یار خان

☆ شعبہ عربی، چنچل کالج، مالدہ، مغربی بنگال۔ 9083457475

نقوش رفتگاں

پہلی قسط

بندیل کھنڈ کے ہم نام پنج گنج قادری

محمد یاسر رضا قادری باندوی★

بندیل کھنڈ بھارت کے وسط میں واقع ایک ممتاز قدیمی صوبہ ہے جو آج صوبہ اتر پردیش اور مدھیہ پردیش کی عین سرحد پر واقع ایک سنگلاخ علاقہ ہے(۱) اسی لئے اس میں موجودہ دونوں صوبوں کے تقریباً تیرہ سے زیادہ اضلاع آتے ہیں۔ ۱۸۷۲ء کے بندیل کھنڈ یونیورسٹی میں موجود ایک مستند تحقیقی دستاویز کے مطابق اس کا علاقہ انیس لاکھ انتالیس ہزار دوسو اِکیانوے ایکڑ ہے(۲) جو کہ تقریباً تین ہزار مربع میل ہوتا ہے۔ اگر قدیم تواریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بندیل کھنڈ کی سرحد جبل پور سے لے کر جھانسی کا احاطہ کرتے ہوئے آگرہ تک کو چھو لیتی تھی جس کا نظام چلانے کے لئے اُس وقت چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور جاگیریں قائم تھیں جن سے متعلق تقریباً ۱۵۰۹ بڑے محلات کا ذکر ملتا ہے۔(۳) راجا چھتر سال (متوفی ۱۷۳۹ء) کے دورِ حکومت میں اس صوبہ میں موجودہ یوپی کے ممتاز اضلاع میں خاص طور پر کالپی، باندہ، ہمیر پور، مہوبہ اور جھانسی وغیرہ کا ذکر ملتا ہے جبکہ ایم پی کے ضلعوں میں چھتر پور، مہوبہ، ساگر، جبل پور، نرسنگھ پور، ہوشنگا باد، بھنڈ اور شیو پوری وغیرہ کا ذکر خاص طور پر منقول ہے۔

موجودہ دور میں یوپی اور ایم پی بن جانے کے باوجود بھی، بندیل کھنڈ کا قدرتی تشخص اسی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے اور قدیم زمانے سے یہاں کے قدیمی شہر باندہ کو جغرافیائی اعتبار سے بندیل کھنڈ کا مرکز ہونے کی وجہ سے اِس کے دار الحکومت ہونے کا شرف حاصل ہے جس کی سرحد کا تعین جمنا، کین اور باگھن ندیوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ۱۸۲۰ء میں جب یہاں کمشنری قائم ہوئی تب بھی شہر باندہ کو ہی دستاویز میں دار الحکومت بنایا گیا تھا تب سے آج تک اسی شہر کو اپنی امتیازی خصوصیات کی بنا پر اُس صوبے کا دار الخلافہ مانا جاتا ہے۔ محکمہ آثارِ قدیمہ کی ایک رپورٹ کے مطابق یہ مقام اُن چند نادر و نایاب مقامات میں سے ایک ہے جہاں پر انسانی وجود کے ارتقاء یعنی انسانی ارضیاتی دور کے ابتدائی ثبوت ملتے ہیں اور تاریخ دان حضرات کی تحقیق کے مطابق یہ خطہ آریوں کے سب سے پہلے راجہ ''یدو'' کو وراثت میں ملا تھا، اُس وقت اس کا نام ''چیدی دیشا'' رکھا گیا تھا، ہرش وردھن اور چندیلوں کی یہاں سیکڑوں سالوں تک حکومت رہی۔ اِن تمام تر خصوصیات میں سب سے نمایاں خصوصیت اِس کا مرکزی عرض وطول اور اِس کی قدیم سرحد ہے جہاں سے پورے صوبہ کی رسائی بہت آسان ہے، آج اس شہر باندہ کے مشرق میں کروی، مغرب میں مہوبہ اور ہمیر پور، شمال میں فتح پور جبکہ جنوب میں ایم پی کا ستنا ضلع، پنا ضلع وغیرہ موجود ہے۔

مذہبی رواداری کی بنا پر اِس علاقے کو تب سے آج تک ایسا امن وامان حاصل ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی امن وامان کو باقی رکھنے کے لئے دور دراز سے صوفیہ یہاں آ کر مقیم ہوئے۔ یہ علاقہ دشوار گزار راہوں سے گزرتا ہوا تپتے چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا خشک علاقہ تھا، اسی لئے شمالی ہند کے سیاست دانوں کی سیاست سے بھی کما حقہ محفوظ رہا۔(۴) اِنہی وجوہات کے پیش نظر ہمیشہ سے بزرگان دین کو پورے صوبہ میں تبلیغ دین کے لئے یہی جگہ ہموار رہی ہے، ان مقدس اکابر کے بے پناہ احسانات وحسنات سے یہ خطہ خشک سالی سے خوشحالی کی طرف گامزن ہوا، تقریباً چار سو سال قبل بغداد شریف کے اشجار کی تصاویر یہاں ''کین ندی'' کے کنارے پائے جانے والے پتھروں میں قدرتی طور پر نمودار ہوئیں جو، اپنی بغدادی رنگت و روحانی اثرات کے سبب قادری مشائخ کی انگوٹھیوں کی زینت بن کر اُن عربی النسب قادری مشائخ کے ذریعہ **العقیق الشجری** کے نام سے اہل عرب میں مشہور ہوئی۔ بعض پتھروں میں تو راقم نے خود خانقاہ قادریہ بغداد شریف کا قدیم عکس اُن پیڑوں کے بیچ میں بنا ہوا دیکھا ہے۔ یہ پتھر اس علاقے کے علاوہ کہیں اور پایا جاتا ہو، اِس بات کے شواہد نہیں ملتے۔

حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کے ظہور سے قبل اس صوبہ میں سلسلہ جنیدیہ کے بھی شواہد ملے ہیں۔ اس صوبہ کے ایک شہر چھتر پور کے قصبہ ''ملہرا'' میں آرام فرمانے والے قادری سلسلہ کے

ایک ایسے مشہور بزرگ حضرت سید نظام الدین سیاح کا ذکر بھی ملا ہے جو ۱۷۵۰ء میں بخارا سے یہاں تشریف لائے تھے۔(۵) آپ کے بعد نائب غوث الاعظم سید منور علی شاہ قادری (۴۹۱ھ تا ۱۱۹۱ھ) کی (۶) اِس شہر میں آمد سے یہاں سلسلہ قادریہ کی بنیاد مزید مضبوط ہوئی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی آمد کے بعد سلسلہ چشتیہ کے اولیائے کاملین و صاحبان طریقت کی بھی آمد یہاں کثرت سے ہوئی حالانکہ اس وقت سید منور علی شاہ قادری (۴۹۱ھ تا ۱۱۹۱ھ) اِس شہر کے قریب موجود الہ آباد کے جنگلوں میں منتقل ہو گئے تھے۔(۷)

ابتدائی دور میں اِس صوبہ میں ہنود اور آتش پرستوں کا تسلط تھا، تب اسلام کی ترویج و اشاعت میں صوفیاء کو بہت سی ظاہری تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، حالانکہ یہاں کی زیادہ تر ریاستوں کی حکومتیں بدلتی بھی رہیں جس سے کچھ آسانیاں بھی ہوئیں۔

ان تمام ظاہری وجوہات سے قطع نظر، ضلع باندہ جغرافیائی اعتبار سے خشک چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا پیچیدہ راہوں والا تپتا ہوا علاقہ ہے جو، اپنے محدود وسائل کی بناء پر ابتدا سے ہی پسماندہ رہا ہے۔ تاریخی اعتبار سے بھی یہ علاقہ دھندلکے میں رہا ہے۔(۸) مگر جب سکندر لودی نے آگرہ کو عارضی طور پر اپنے دارالسلطنت کے لئے منتخب کیا تب جا کر حکمرانوں کی بندیل کھنڈ کی طرف توجہ مبذول ہوئی اور مغلیہ سلطنت کے قیام کے بعد اس علاقے سے رابطے وسیع ہوئے، تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک کی جانب بھی توجہ دی جانے لگی اور مغلیہ دور میں تمام سلاسل اربعہ کو یہاں فروغ ملا۔(۹) کالنجر قلعہ کی فتح کو یہاں کی تاریخی ثقافت میں ایک اہم مقام حاصل ہے، اس وقت ابتداءً اسے فتح کرنا خیبر جیسا لگ رہا تھا جس پر شیر شاہ سوری، قطب الدین ایبک اور مغل شہنشاہ ہمایوں جیسے کئی دگجوں نے اپنے اپنے دور میں طبع آزمائی کی اور ناکام ہوئے، مگر اللہ کے فضل و کرم سے ۱۰۱۳ء میں اس کو محمود غزنوی کی قیادت میں مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ فتح کے بعد یہ قلعہ شیر شاہ سوری کے پاس بھی آیا۔

یہ وہی دور تھا کہ جب خاص طور پر اس مشہور فاتح شیر شاہ سوری نے حکومتی سطح پر سلسلہ قادریہ کے خاص وظیفہ یعنی کلمہ طیبہ لکھے ہوئے سکوں کو یہاں پر فروغ دیا، ساتھ ہی شیر شاہ سوری کا اپنا ایک حکومتی توپ خانہ بھی باندہ کے اسی مشہور قلعہ میں بن گیا۔ یہیں ایک حادثے میں شیر شاہ سوری کی اسی کالنجر کے قلعہ میں موت ہو گئی، اس لئے اس قلع کی تاریخی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا حالانکہ اس قلع کے قرب و جوار کے مقامات کا تفصیلی ذکر مشہور مورخ و سیاح ابوالریحان البیرونی نے پہلے ہی کر دیا تھا جس کی وجہ سے یہاں کی تاریخی اہمیت پہلے سے ہی تھی۔(۱۰)

شیر شاہ کے دور حکومت میں اور اس کے بعد بھی سلسلہ قادریہ کے فروغ کے لئے اسباب میں کمی نہیں آئی بلکہ دوبارہ ہند میں ہمایوں کی قیادت میں مغلیہ سلطنت کے قیام کے بعد اس علاقے کے روابط مزید وسیع ہوتے چلے گئے جس سے سلسلہ قادریہ کے شیوخ کو بہت تسکین ہوئی، حالانکہ اس سے پہلے بھی یہاں منگول، بندیل اور مراٹھا وغیرہ کی حکومتیں قائم ہوئی تھیں (۱۱) جن کے سبب کچھ اور پریشانیاں در پیش آئیں تھیں، دراصل مسلمان حکمران اِس علاقے میں بہت کم ہوئے اور جو ہوئے بھی، وہ ہنود کے ساتھ صلح کل میں حد درجہ تجاوز کرنے والے تھے، اسی وجہ سے یہاں دین اسلام کے فروغ کے لئے ذرائع بہت محدود تھے، مگر رب کے فضل سے کچھ ہی وقت میں یہ صوبہ بندیل کھنڈ تصوف کا مرکز بن گیا جس کی گواہ یہاں کی قدیم مساجد ہیں، بالخصوص نوابی جامع مسجد اپنے قیام سے ہی چاروں سلاسل حق کا تبلیغی مسکن رہی ہے خاص طور پر سلسلہ قادریہ کے اکابرین امت کا خاص آستانہ ہونے کا شرف اسی نوابی جامع مسجد کو حاصل ہے جس کے تاریخی شواہد آثار قدیمہ میں بھی ملتے ہیں اور اس کے متعلق چند بوسیدہ خطوط راقم کے پاس بھی محفوظ ہیں۔(۱۲)

برحق علی شاہ قادری پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جانشین حضرت مخدوم داتا گلزار شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ المعروف خواجہ حسن کو یہاں بھیجا، بعد میں گلبرگہ شریف سے سلسلہ قادریہ کے بڑے شیخ حضرت علاء الحق قادری نے حضرت کفایت اللہ شاہ چشتی قادری کو اپنا ضیاء الحق بنا کر جانشینی دے دی اور باندہ شہر کی ذمہ داری بھی عطا کی اور آپ نے بھی شیخ کی دی ہوئی ذمہ داری کا حق بخوبی ادا کیا، جس میں آپ کے مرشد قاری سید برخوردار علی رضوی صابری چشتی ہر قدم پر مشعل راہ رہے۔ قاری صاحب کی سرپرستی میں آپ کے ذریعے کرناٹک اور مہاراشٹر تک سلسلہ قادریہ کی روشنی پھیلی، آج بھی ہندو پاک میں آپ کے بے شمار مریدین ہیں بالخصوص مہاراشٹر میں آپ کے وابستگان کی بڑی تعداد ہے۔ آپ نے پہلے اپنے مخدوم زادے حضرت سید قاسم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اور

بعد میں سید مسعود کو سلسلہ قادریہ کی ذمہ داریاں عطا کر دیں اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی کاوشوں سے یہ سلاسل اہل سنت کے علامتی نشان کے طور پر ہر زمانے میں وجود میں آئے، شیخ احسان الحق چشتی جیسے اکابرین وقت کا یہاں مسلسل آنا جانا رہا جن کے ذریعہ منشی فیض بخش چشتی جیسے یہاں کے سیکڑوں مشائخ کو بلندیاں حاصل ہوئیں، فاتح بندیل کھنڈ سید پیر مبارک علی اُن کے بعد اُن کے حقیقی نائب سید معین الدین سہروردی نے اس علاقے میں تعلیمات تصوف کو جاری کیا اور وقت کے اکابرین کالپی شریف کے ساتھ مل کر سلسلہ قادریہ کے فروغ کے لئے کوشاں رہے۔

اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تب سب نے دیکھا جب مراٹھا باجی راؤ(۱۸۴۰ء تا ۱۶۹۹ء) کے پسر اور پسرزادے دونوں کے دل اسلام کے لئے نرم ہوئے اور کیوں نہ ہوں، باجی راؤ کی مستانی بیگم، تصوف کی خاصی دیوانی تھی اسی لئے ان صوفیائے عزام کی تبلیغ میں مستانی بیگم کے فرزند ذوالفقار علی نہ صرف مددگار ثابت ہوئے بلکہ اپنے لخت جگر علی بہادر المعروف نواب باندہ ثانی کو اُن مشائخ قادریہ بالخصوص اپنے استاد و مرشد حضرت علامہ سید دائم علی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں حافظ قرآن بنا دیا۔ یہ حافظ بچہ جب تخت پر بیٹھا تو اپنے دورِ حکومت میں کالپی اور باندہ کی دونوں ریاستوں کی کمان سنبھالی اور ان علاقوں کے اکابرین قادریہ کو ظاہری اسباب مہیا کروائے۔ انہی اسباب کی موجودگی میں اس دور میں بھی سلسلہ قادریہ کے اکابرین کا اقبال مزید بلند ہوا، ان تمام اکابرین کی کوششوں سے سلسلہ چشتیہ کے بزرگانِ دین و داعیان حق کو سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت عطا کی گئی اور انہوں نے بھی ان قادری اکابرین کو اجازتیں وخلافتیں عطا کیں جس کی وجہ سے سب آپس میں شیر وشکر ہو کر دین متین کی اشاعت میں لگ گئے۔

تجدید سلسلہ قادریہ نئے انداز میں عمل میں آ گئی کہ آگرہ سے حضرت ابوالعلی قدس سرہ، جالون کے ایرچ سے سیدنا ابراہیم ایرچی (المتوفی ۱۵۴۶ء)، کالپی سے میر سید محمد کالپوی (۱۵۹۴ء تا ۱۶۶۱ء) اور سید احمد کالپوی جبکہ الہٰ آباد سے شیخ محمد افضل الہ آبادی، گوالیر سے سید جمال محمد گوالیری جیسے اکابرین نے اپنے اپنے دور میں قادری تصوف و سلوک کو فروغ دے کر دین متین کو مزید تقویت بخشی۔ جب سفر حج کے دوران نواسۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور جانشین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ اسحاق دہلوی (۱۳) کا اِس شہر میں کچھ وقت قیام ہوا تو نواب باندہ کے اصرار پر شاہ صاحب کے حکم سے آپ کے جانشین قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی (ولادت ۱۲۲۴ھ۔ وصال ۱۳۱۵ھ) نے بغرض تبلیغ دین یہاں باندہ میں سولہ سال قیام فرما کر اِس کو سلسلہ قادریہ کا مسکن بنا دیا، ساتھ ہی دیگر سلاسل کو بالعموم اور سلسلہ مجددیہ اسحاقیہ کو بالخصوص فروغ دیا (۱۴) محدث پانی پتی کے علاوہ عبدالحلیم صاحب نے بھی یہاں قیام فرمایا، نواب صاحب کے مدرسے کی مسند تدریس کو بھی زینت بخشی اور آپ کے قیام کے دوران ہی اسی باندہ شہر میں فخر المتاخرین ابوالحسنات محمد عبد الحیٔ فرنگی محلی کی ولادت ۲۷ ذی الحجہ کو ۱۲۶۴ھ میں ہوئی۔ ایک طویل مدت گزرنے کے بعد نائب غوث سید منور علی شاہ نے اپنے عزیز خلیفہ مجاہد ملت مفتی حبیب الرحمٰن عباسی کے ساتھ اپنے وصال سے قبل واپس آ کر یہاں کا دورہ کیا اور وقت کے اکابرین کو سلسلہ کی چند ذمے داریاں عطا کر کے واپس الہ آباد چلے گئے، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی اور قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی جیسے قادری مشائخ کے حکم پر وقت کے تمام اکابرین نے لبیک کہا۔

اس زمانے میں قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ خاص سرکار ربانی سید عبدالرب قادری کی ذات ہر عام وخاص میں بہت مقبول ہوئی ساتھ ہی ان کے آباء کے مریدین بھی اس علاقے میں کثرت سے تھے۔ ان ظاہری وجوہات کی بناء پر اس علاقے میں آپ کے نام پر ہی سلسلہ ربانیہ کے نام سے سلسلہ قادریہ کی ذیلی شاخ وجود میں آئی اور آپ کی اولادوں کے ذریعہ یہاں جامعہ ربانیہ سلسلۂ قادریہ کا مسکن ثانی بنا جہاں متعدد اکابرین ومشائخ قادریہ یہاں تشریف لائے جن میں مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی، حافظ ملت محدث مبارکپوری، برہان الحق جبل پوری، مفتی رفاقت حسین رضوی، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی، خواجہ نظام الدین قادری بدایونی، بلبل ہند مفتی رجب علی نانپاروی، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری، سید مظفر حسین اشرفی کچھوچھوی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، علامہ سید حامد اشرف اشرفی، بانی دار القلم مولانا یٰسین اختر مصباحی، محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی موجودہ صدر مفتی، شیخ الحدیث وناظم مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور،

اشرف الفقہاء مفتی مجیب اشرف رضوی، علامہ رفیق الحسن چشتی صمدی پھپھوندوی وغیرہ جیسے متعدد نام درج ہیں۔(۱۵)

آپ کے وطن ثانی جبل پور کے دیگر مشائخ قادریہ میں بالخصوص مولانا عبد السلام جبل پوری کے خاندان کے بھی یہاں اچھے خاصے مریدین تھے اور ان دونوں جماعتوں کا حلقہ پورے بنڈیل کھنڈ میں پھیلا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ ان دونوں حلقوں پر مشتمل بڑی جماعت پر کام کیا جائے اور ان کو اودھ اور اڑیسہ میں کارفرما مسلمانوں اور اُن کے تعلیمی، تحریکی، تدریسی و تربیتی نظام سے جوڑا جائے جس کے لئے اڑیسہ کے اس مجاہد ملت حبیب الرحمٰن نے اپنے نائب کے طور پر قاری عبدالرب مرادآبادی کو پیش کیا، ساتھ ہی اس خطہ کے قریب بندکی ضلع فتحپور میں پیدا ہونے والے مولانا عبدالسلام فتحپوری کی بھی اس فکر میں آمد ہوگئی جنہوں نے سلسلہ قادریہ کو نہ صرف اودھ سے نیپال تک بلکہ ہند سے مدینہ منورہ تک جوڑ کر دائرۂ قادری کو مزید وسیع کر دیا۔

سرکار ربانی سید عبدالرب محدث باندوی، ناصر الاسلام سید عبد السلام باندوی اور عید الاسلام عبد السلام جبل پوری کے خاندان سے وابستہ قادری اکابرین، مریدین و متوسلین کا حلقہ ویسے ہی پورے بندیل کھنڈ میں پھیلا تھا جو تب سے اب تک اسی طرح قائم ہے اور پھر زمانہ قریب میں اس سرزمین میں پیدا ہونے والے قمر رضا عبدالسلام فتحپوری نے کانپور، اودھ، نیپال، روہیل کھنڈ اور عرب ممالک تک سلسلہ قادریہ کو فروغ دیا اور آخر میں تحریک خاکساران حق کے ذریعہ سلسلہ قادریہ کی ذیلی شاخوں جیسے رضویہ حامدیہ، معمریہ منوریہ وغیرہ کے فروغ کے لئے نائب مجاہد ملت عبدالرب مرادآبادی کا اِس صوبہ کے مرکزی شہر باندہ سے عقد جڑ جانے کے سبب پنجتنی نسبت پوری ہوگئی، یعنی اپنے اپنے دور میں ان پانچ حضرات کی نمایاں شناخت قائم ہوئی اور آج بھی قائم ہے۔

مذکورہ وجوہات کے پیشِ نظر اس صوبہ میں اِن پانچ ہم نام قادری اکابرین کے نام آج بھی ہر خاص و عام کی زبانوں پر ہیں، مگر نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے عام حضرات بالخصوص نوجوان اشتباہ و تشویش کا شکار ہوئے اور اسی کی وجہ سے ان اسکالر حضرات کے اصرار پر مذکورہ پنج گنج سلسلہ قادریہ کا مختصر تعارف مع احوال لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آئندہ قطوں میں سلسلہ وار تعارفی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔(جاری)

مصادر و مراجع

(۱) سید غازی ربانی، سرکار ربانی (سورت گجرات: فیضان ربانی کمیٹی، ۲۰۱۴ء)، ص ا۔(۲) فشر، ایف ایچ، سٹیٹکل ڈسکرپٹوَ اینڈ ہسٹوریکل اکاونٹ آف دی ان ڈبلیو پروونسز آف انڈیا والیوم فرسٹ، (الہ آباد: گورمنٹ پریس ۱۸۸۳ء)، ص ۶۲۔(۳) ارُن کمار مشر (۲۰۰۷ء)، سواتنتر تا آندولن میں باندہ شیتر کے سواتنتر تاسینانیوں کا یوگدان ۱۸۸۵ء تا ۱۹۴۷ء، (پی ایچ ڈی تھیسز، بندیل کھنڈ یونیورسٹی جھانسی ۲۰۰۷ء)، باب اول، ص ۱ تا ۳۱۔(۴) اصغر افراہم، غالب باندہ اور دیوان محمد علی، (نئی دہلی: براون بک پبلی کیشن ۲۰۲۱ء)، ص ۳۸۔(۵) محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات و خدمات، (باندہ: دارالعلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۱ء)، ص ۱۲۔(۶) تواریخ آئینہ تصوف از حضرت مخدوم زمن شاہ محمد حسن صابری چشتی رامپوری بار دوم، اکتوبر ۱۹۷۱ء مطبوعہ محمد سلطان صابری بستی چراغ شاہ قصور ضلع لاہور ص ۴۳۔ (۷) غلام یحییٰ انجم، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ آغاز وارتقاء (نئی دہلی: کریٹوِ ستار پبلی کیشن ۲۰۲۱ء)، ص ۲۷۹

(۸) اصغر افراہم، غالب باندہ اور دیوان محمد علی (نئی دہلی: براون بک پبلی کیشن ۲۰۲۱ء)، ص ۳۸ (۹) ایضاً ص ۳۸ (۱۰) ایضاً ص ۳۹۔

(۱۱) پنڈت کرشن نارائن، تواریخ بندیل کھنڈ و جالون، (دہلی: مطبوعہ انڈین پریس)، ص ۱۶۔(۱۲) اصغر افراہم، غالب باندہ اور دیوان محمد علی، (نئی دہلی: براوَن بک پبلی کیشن ۲۰۲۱)، ص ۳۷

(۱۳) غلام یحییٰ انجم، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ آغاز وارتقاء (نئی دہلی: کریٹوِ ستار پبلی کیشن ۲۰۲۱): ص ۸۱۔

(۱۴) محمد ظفر الدین برکاتی، اتر پردیش کے بندیل کھنڈ کی مذہبی علمی شان اور پہچان، مشمولہ: ماہنامہ کنز الایمان جلد ۲۴، شمارہ ۴ (دہلی: رضوی کتاب گھر، اپریل ۲۰۲۱ء، ص ۶

(۱۵) محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات و خدمات، (باندہ: دارالعلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۰ء)، ص ۱۱۰ تا ۱۱۱

☆☆☆

معاون استاد، شعبہ الیکٹریکل، انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ
سینٹر شاہجہانپور، مغربی اتر پردیش (بھارت)
☆ خانقاہ صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان بریلوی، کانکر ٹولہ
پرانا شہر، بریلی شریف (بھارت)

پس منظر

خانوادۂ اشرفیہ اور خانوادۂ رضویہ کے علمی روحانی تعلقات

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی★

برصغیر ہندو پاک میں خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور خانوادۂ رضویہ بریلی شریف کو عالمی سطح پر جو شہرت وعظمت، رفعت ومقبولیت اور نمایاں مقام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں، ان کی دینی، علمی اور مذہبی خدمات کا دائرہ حدِ جہاں وسیع اور آفتابِ نیمروز کی طرح تاباں وعیاں ہے، دونوں خانوادہ کے تبلیغی مشن میں یکسانیت، فروغ اہل سنت اور ردفرقہائے باطلہ دونوں ہی کا ہدف ہے، ان کے علماومشائخ نے اس فریضہ کو خوب خوب انجام بھی دیا ہے، اس کے لئے کتابیں لکھیں، تقریریں کیں، تحریکیں چلائیں اور مناظرے کیے، جن سے اہل سنت و جماعت کو کافی تقویت ملی اور خوب خوب اس کا بول بالا ہوا، اہل سنت و جماعت نے اپنے ایمان وعمل کے تحفظ وبقا کے لئے ان سے وابستگی حاصل کی اور ان کو اپنا علمی وروحانی مرکز تسلیم کیا بلا شبہ ان کی یہ خدمات لائق تحسین اور ناقابل فراموش ہیں۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی جس زمانے میں ولادت ہوئی اُس وقت خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ کے تیرہویں سجادہ نشین شیخ المشائخ سید شاہ منصب علی اشرفی جیلانی قدس سرہ منصب سجادگی پر جلوہ ریز تھے، جب امام احمد رضا قدس سرہ بلوغ کی منزل میں پہنچے اور عمر کے تیرہویں زینے پر قدم رکھا، اس وقت ہم شبیہ غوث اعظم مجدد سلسلۂ اشرفیہ اعلیٰ حضرت محمد علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ کے برادر گرامی اشرف الاولیاء حضرت مولانا سید شاہ اشرف حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی خانوادۂ اشرفیہ میں چودہویں سجادہ نشین کی حیثیت سے منصب سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۳/ربیع ۱۲۸۶ھ / ۱۴/جون ۱۸۶۱ء میں اشرف الاولیاء سید شاہ اشرف حسین نے اپنے برادر حقیقی اشرفی میاں کچھوچھوی کو اکیس سال کی عمر میں منصب سجادگی تفویض کردی اور آپ اُنہتر سال تک خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین رہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی ولادت ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ میں ہوئی، وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ میں ہوا، آپ کی کل عمر اڑسٹھ سال کی تھی، اس زاویے سے اگر دیکھا جائے تو عہد رضا میں خانوادۂ اشرفیہ کی مسند سجادگی پر یہی تین سجادہ نشین متمکن ہوئے اور امام احمد رضا قدس سرہ کی ولادت، بچپن، جوانی، بڑھاپا، طالب علمی عروج وارتقا، امامت و قیادت کے ادوار بالترتیب ان ہی تینوں مشائخ اشرفیہ کی مشیخیت اور عہد سجادگی میں پایہ تکمیل کو پہنچے۔

چودہویں صدی ہجری میں خانوادۂ اشرفیہ کی مرکزی شخصیت اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی ذات تھی اور خانوادۂ رضویہ بریلی شریف کی مرکزی شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ذات تھی اور اہل سنت وجماعت اپنے اِن دونوں ہی اکابر کے لئے لفظ ''اعلیٰ حضرت'' استعمال کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں امام احمد رضا قدس سرہ کے تبحر علمی، فہم وادراک اور تجدید واحیائے دین کے کارناموں کے معترف تھے، اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ بھی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی مشیخیت، جمال ظاہری وباطنی اور کمالات روحانی کے دلدادہ تھے۔ اِن دونوں روحانی ہستیوں کا آپس میں عقیدت ومحبت کا عالم یہ تھا کہ جہاں بھی ملتے ایک دوسرے کے لئے کھڑے ہوجاتے اور دست بوسی کرتے۔ امام احمد رضا قدس سرہ جس مسند علم وعرفان پر بیٹھ کر تصنیف وتالیف، تحقیق وجستجو اور علمی خدمات انجام دیتے اس پر کسی کو نہیں بیٹھاتے مگر جب اشرفی میاں امام احمد رضا قدس سرہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ کو اپنی مسند پر بٹھاتے اور خود کھڑے رہتے۔ استاذ العلماء علامہ تقدس علی بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ از اولاد امجاد سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ اکثر وبیشتر بریلی شریف اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت ان کا اور وہ اعلیٰ حضرت کا بہت ہی ادب واحترام فرماتے، دونوں ایک دوسرے کی دست بوسی فرماتے، اعلیٰ حضرت جس مسند پر تشریف فرما ہوتے تھے، اس پر کسی کو نہیں بٹھاتے تھے لیکن ایک بار میری موجودگی

میں اشرفی میاں اعلیٰ حضرت سے ملنے تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا، حضور اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ کا واقعہ ہے کہ جب ٹرین سے سفر فرماتے اور اگر ٹرین بریلی شریف سے گزرتی ہوئی جاتی تو حضرت اشرفی میاں ٹرین میں کھڑے ہوجاتے۔ رفقا پوچھتے حضور! کیوں کھڑے ہوئے؟ تو فرماتے:

”قطب الارشاد مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب اپنی مسند پر اِس آل رسول کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں، میں نائب رسول کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوگیا۔“

(تجلیات امام احمد رضا، ص:۱۳۱ بحوالہ ماہ نامہ ماہ نور اگست ۲۰۱۱ء)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کے درمیان گہرے تعلقات کا ہی نتیجہ ہے کہ جب سرکار کلاں کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے والد گرامی بریلی شریف حاضر ہوئے اور امام احمد رضا کو ولادت باسعادت کی خبر دی۔

”شہزادۂ حضور اشرفی میاں زینت کچھوچھہ مقدسہ فخر خاندان اشرفیہ مولانا سید احمد اشرف صاحب اشرفی جیلانی ۱۳۳۳ھ میں بریلی شریف اعلیٰ حضرت سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور! آپ کے پوتے کی ولادت ہوئی ہے، چوں کہ موصوف اعلیٰ حضرت سرکار کے تلمیذ و خلیفہ تھے، رشتۂ طریقت کی بنا پر فرمایا کہ” آپ کے پوتے کی ولادت ہوئی ہے۔ حدیث پاک میں ”محمد“ نام کی فضیلت آئی، یوں اس کا نام ”محمد“ رکھ دیا ہے۔ حضور کوئی تاریخی نام رکھ دیں اور دعا فرمائیں۔“ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا ”ان کے نانا جان مختار کون و مکاں ﷺ بھی تو ہیں، لہٰذا فقیر اس بچے کا نام ”محمد مختار“ (۱۳۳۳ھ) رکھتا ہے، دیکھیے شاید سن ولادت ہوگئی۔ جب اعداد کا شمار کیا تو پورے ۱۳۳۳ھ ہوئے اور یہی سن ولادت تھا، ایک سکنڈ کے بعد فوراً اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا:

”حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ الربانی سے اس خاندان کو نسبت ہے، اسی بنا پر آپ کا نام ”محمد اشرف“ ہے، لہٰذا فقیر ”محمد مختار“ میں ”اشرف“ کا اور اضافہ کرتا ہے، اب اس نام میں یہ خوبی پیدا ہوگئی کہ ”محمد مختار“ سے سن ہجری نکلے گی اور ”محمد مختار اشرف“ (۱۹۱۴ء) سے سن عیسوی نکلے گی، خدا مبارک کرے، علم نافع عمل صالح عطا فرمائے اور آپ کا سچا جانشین بنائے۔“

(ماہنامہ کنز الایمان دہلی، جلد:۱۵، شمارہ:۱۰، ص:۳۰)

دونوں مرکزی شخصیتوں کی باہمی الفت و محبت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فرزند اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ منوریہ میں خلافت دلوائی اور حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فرزند اکبر حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ کو امام احمد رضا قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ میں خلافت دلوائی۔ ان دونوں باکمال شخصیتوں کے درمیان خوشگوار تعلقات و روابط کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی، اشرفی میاں نے امام احمد رضا قدس سرہ سے فرمایا:

”مولانا آپ کو مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت مبارک ہو“ امام احمد رضا خان قدس سرہ نے بھی آنکھیں بند کیں پھر کھول کر ارشاد فرمایا: میاں آپ کو مصطفیٰ اشرف کی ولادت مبارک ہو“ کچھ دنوں کے بعد بریلی کے تاجدار کے یہاں چھوٹے صاحب زادے مولانا مصطفیٰ رضا خان کی پیدائش ہوئی اور کچھوچھہ کے تاجدار کے یہاں چھوٹے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ اشرف پیدا ہوئے۔“

(شیخ اعظم مئی ۲۰۱۲ء، ص۱۰۷، مطبوعہ جمعیۃ الاشرف اسٹوڈنٹ مومنٹ جامع اشرف کچھوچھہ شریف)

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے کس قدر لگاؤ تھا کہ ہر ایک دوسرے کو کشف و کرامت کے ذریعے نہ صرف پہچانتے بلکہ عملی طور پر بھی بہت مربوط تھے، جس پر ایک روشن دلیل یہ ہے کہ جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا انتقال پر ملال ہوا تو آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے پورا حال مشاہدہ فرمایا۔

محدث اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا، میرے حضور شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت شاہ سید علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ العزیز وضو فرما رہے تھے کہ یک بارگی رونے لگے، یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے، میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ ”بیٹا! میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں“

چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا تو ہمارے گھر میں کہرام برپا ہوگیا، اس وقت حضرت والد ماجد قبلہ حکیم الاسلام علامہ سید نظر اشرف قدس سرہ کی زبان پر بے ساختہ آیا ”رحمۃ اللہ علیہ“ اسی وقت ایک خاندانی بزرگ

نے فرمایا کہ ''اس سے تو تاریخ وصال نکلتی ہے۔''

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص:۲۵۹)

یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے کس قدر محبت فرماتے اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب امام احمد رضا قدس سرہ کا وصال ہوا تو حضرت اشرفی میاں نے فرمایا: ان کے فراق نے میرا بازو کمزور کردیا'' اور جب اشرفی میاں کا وصال ہوا تو امام احمد رضا کے شہزادوں نے نہ صرف تعزیت پیش کی بلکہ عرس چہلم میں آپ کے دونوں شہزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اکابر علمائے اہل سنت کے ساتھ شرکت فرمائی۔ (شیخ اعظم مئی ۲۰۱۲ء، ص، ۱۰۳، ناشر جمیعۃ الاشرف کچھوچھہ شریف)

امام احمد رضا قدس سرہ جس طرح اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا ادب واحترام کرتے اسی طرح آپ کے شہزادوں کی بھی تعظیم بجالاتے، سلطان الواعظین، عالم ربانی، حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی (فرزند اکبر اشرفی میاں) کی شان خطابت بے مثل تھی، امام احمد رضا قدس سرہٗ کے قائم کردہ ادارہ (دار العلوم منظر اسلام) میں آپ کو خصوصی خطیب کی حیثیت سے ہمیشہ مدعو کیا جاتا۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ دیگر مقررین کی تقاریر شہ نشین پر بیٹھ کر سنتے اور جب سلطان الواعظین کا خطاب ہوتا تو آپ شہ نشین کے اوپر تشریف نہیں لے جاتے بلکہ نیچے کھڑے ہوکر آپ کی پوری تقریر سماعت کرتے اور فرماتے ''جو بات ان کی تقریر میں احمد رضا دیکھتا ہے، دیگر مقررین کی تقریر میں نہیں دیکھتا، واللہ جب یہ دوران خطابت حدیث پڑھتے ہیں تو جس راوی کی حدیث یہ سناتے ہیں ان کو برسر اسٹیج پاتا ہوں اور ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوکر اسٹیج کے نیچے ہی تقریر سماعت کرتا ہوں۔

(ماہنامہ ماہ نور کا اشرف العلماء نمبر، فروری، مارچ، ۲۰۰۸ء، ص:۴۵)

حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے امام احمد رضا قدس سرہ سے خاندانی، روحانی، فکری اور علمی تعلقات و روابط کے ساتھ مسلکی روابط و تعلقات بھی بہت ہی مضبوط اور مستحکم تھے، افکار و خیالات، عقائد و نظریات، تصنیف و تحقیق اور احقاق حق و ابطال باطل کے تعلق سے امام احمد رضا پر آپ کو کافی اعتماد و وثوق تھا، زبان و بیان، وعظ و نصیحت اور تحریر و تقریر کے ذریعہ آپ نے امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاوے اور تحریروں کی بھرپور تائید و حمایت کی اور اہل سنت و جماعت کے درمیان انتشار و اختلاف پیدا کرنے کی بجائے ہمیشہ اتحاد و اتفاق اور ہم آہنگی و یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حق و باطل کے درمیان جب خط امتیاز کھینچا، حسام الحرمین تصنیف کی تو حضرت اشرفی میاں اور خانوادۂ اشرفیہ کے دیگر علما و مشائخ نے اس کی بھرپور طریقے سے تصدیق و توثیق کی۔ حسام الحرمین پر تائیدی دستخط کرنے والے علمائے اہل سنت کی فہرست کو دیکھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں ایک بڑی تعداد اُن علما کی بھی ہے جو اُس وقت اشرفی میاں کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔

علامہ حسنین رضا علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی شفقت و محبت تو آنکھوں دیکھی ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ''تحریک خلافت'' کے بمقابل فتوے صادر فرمائے اور متعدد رسالے تحریر کیے جس کی وجہ یہ تھی کہ تنظیم کے مقاصد اگر چہ بہتر تھے لیکن قیادت پر غیر مسلم طاغوتی قوتیں قابض ہوگئیں اور تنظیم کی آڑ میں اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کرنے لگیں مگر چونکہ اس تنظیم میں خود علمائے کرام کا ایک جم غفیر شریک تھا لہٰذا بدایوں، رامپور، فرنگی محل، لکھنؤ اور اجمیر کے علمائے ذوی الاحترام نے آپ کی زبردست مخالفت کی، یہاں تک کہ شہر کانپور کی سرزمین پر ''صوبہ متحدہ علمائے کانفرنس'' میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے مقاطعہ کا اعلان کردیا گیا، تو اس شورش زدہ ماحول اور خاردار فضاء میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ اپنے محبوب و پسندیدہ مجدد کے سامنے سینہ سپر ہوگئے اور اعلان فرما کر رفاقت کا حق ادا کردیا۔ آپ نے فتاوے کی تصدیق اِن الفاظ میں فرما کر پرزور حمایت کی ''مولانا احمد رضا خاں صاحب عالم اہل سنت کے فتووں پر عمل کرنا واجب ہے، کافروں کا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں۔''

(ماہنامہ غوث العالم کا سرکار کلاں نمبر ص ۱۶۵)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس مناظرہ کا ذکر بھی کردیا جائے جو درگاہ معلیٰ کچھوچھہ مقدسہ میں ہوا تھا، دیوبندیوں کی طرف سے مولوی غنیمت حسین کو مناظر بنایا گیا تھا جبکہ اہل سنت و جماعت کی جانب سے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے نور نظر عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی مناظرے کی کمان سنبھالے ہوئے تھے، اس مناظرے میں دیوبندی مناظر مولوی غنیمت حسین نے حسام الحرمین کو بھی اپنی تنقید

کا نشانہ بنایا تو جوابی تقریر میں اہل سنت کے مناظر عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی نے حسام الحرمین کی حقانیت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا بلکہ اس انداز میں اس کی گرفت فرمائی کہ اپنے ہی جال میں پھنس کر لا جواب ہو گیا اور مناظرہ سے راہ فرار اختیار کر لیا، عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی کو فتح مبین حاصل ہوئی اور اسی موقع کی مناسبت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی کے لئے یہ شعر کہا تھا:

احمد اشرف حمد و شرف لے　　　تجھ سے ذلت پاتے یہ ہیں

(شیخ اعظم، مئی ۲۰۱۲ء ناشر جمیعۃ الاشرف کچھوچھہ شریف)

دونوں روحانی شخصیتوں کے درمیان گہرے روابط وتعلقات اور مسلکی اتحاد کا اندازہ اس سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اشرفی میاں نے ایک موقع سے ارشاد فرمایا "فقیر کو حضرت مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ سے شرف خلافت حاصل ہے اور مولانا احمد رضا خاں بھی ان کے دربار سے فیض یاب ہیں، فقیر اور وہ (حضرت محدث بریلوی) اس رشتے سے پیر بھائی ہوئے۔ میرا مرید اُن کا مرید ہے اور ان کا مرید فقیر کا مرید ہے، جو اس کے (حضرت محدث بریلوی) خلاف ہے، فقیر (حضرت اشرفی میاں) اس سے بری ہے۔" (حیات حضرت آل رسول احمدی ص:۱۹۰، بحوالہ ماہنامہ ماہ نور اگست ۲۰۱۱ء)

تعلقات و روابط اور تعظیم وتکریم کا یہ پاکیزہ روحانی سلسلہ بریلی اور کچھوچھہ کے دونوں اعلی حضرتوں کے درمیان تک صرف محدود نہ رہا، بلکہ ان کے بعد بھی ان کے شہزادوں میں جاری وساری رہا، دونوں خانوادوں کے فرزندان اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے رہے اور ماضی کے خوشگوار تعلقات اور مثالی رشتوں کو برقرار رکھا۔ حضرت اشرفی میاں کے شہزادے عالم ربانی مولانا احمد اشرف علیہ الرحمہ نے اپنے حقیقی بھانجے حضرت محدث اعظم ہند سید محمد میاں کو امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بارگاہ علم وفضل میں بطور خاص اکتساب علوم وفنون اور مشق افتا کے لئے بھیجا، بریلی شریف میں محدث اعظم ہند کے قیام سے خانوادۂ اشرفیہ اور خانوادۂ رضویہ کے رشتۂ الفت ومحبت کو مزید تقویت ملی، محدث اعظم ہند کا شمار امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔

مخدوم الملت محدث اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں:

"آج میں آپ کو جگ بیتی نہیں، آپ بیتی سنا رہا ہوں کہ جب تکمیل درس نظامی وتکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے کارِ افتا کے لئے اعلیٰ حضرت کے حوالے کیا۔ زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایۂ حیات ہو گئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا، وہ کچھ نہ تھا اور اب ایک دریائے علم کے ساحل کو پا لیا ہے۔ علم کو راسخ فرمانا اور ایمان کو رگ وپے میں اتار دینا اور صحیح علم دے کر نفس کا تزکیہ فرما دینا، یہ وہ کرامت تھی جو ہر ہر منٹ پر صادر ہوتی رہتی تھی۔"

(المیزان، امام احمد رضا نمبر ص:۲۴۴)

حضرت محدث اعظم ہند کو مسلکی اعتبار سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر اتنا اعتماد، اتنا وثوق تھا کہ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے:

"خاندان اشرفی میں کوئی نہ گستاخ دربارِ رسالت تھا نہ گستاخی کو پسند کرتا تھا، سب سنی تھے اور اعلیٰ حضرت قبلہ کے جن سے تعلقات ہیں وہ اب بھی بحمد اللہ تعالیٰ سنی ہیں۔"

(سہ ماہی پیغام مصطفیٰ، شمارہ اگست ۲۰۱۹ء ص:۴۶)

محدث اعظم ہند نے شہزادگانِ اعلی حضرت فاضلِ بریلوی کے ساتھ ہمیشہ الفت ومحبت قائم رکھی اور رشتہ مہر ووفا نبھاتے رہے، مفتی اعظم ہند کے ایک فتویٰ کی تصدیق آپ نے اِن الفاظ میں فرمائی: یہ ایک عالم باعمل کا قول ہے اور ہمیں اتباع کے علاوہ چارۂ کار نہیں۔ (شیخ اعظم مئی، ۲۰۱۲ء مطبوعہ جامع اشرف کچھوچھہ شریف) محدث اعظم ہند ہی نے سب سے پہلے شہزادۂ حجۃ الاسلام مولانا ابراہیم رضا خان علیہ الرحمہ کو "مفسر اعظم ہند" کے لقب سے یاد کیا۔ (مصدر سابق)

حجۃ الاسلام مولانا ابراہیم رضا خان علیہ الرحمہ محدث اعظم ہند کے وصال کے بعد اکثر فرماتے: محدث اعظم ہند کا رخصت ہو جانا نہ صرف عالم اسلام کا خسارہ ہے بلکہ ہمارے خاندان رضویہ کا بھی ذاتی خسارہ ہے کہ جب ہمارے مسائل پیچیدگی اختیار کرتے تو حضور محدث اعظم ہند ہی حل فرمایا کرتے تھے۔ (حیات محدث اعظم ہند، ص:۲۴۴)

حجۃ الاسلام کے اِن کلمات سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خانوادۂ رضویہ سے محدث اعظم ہند کو کس حد تک قربت حاصل تھی، تعلقات صرف رسمی نہیں تھے بلکہ گھریلو اور خاندانی معاملات میں بھی آپ کو عمل دخل حاصل تھا، ان میں آپ کا رول کلیدی ہوا کرتا تھا، محدث اعظم ہند کے وصال کے بعد مفتیٔ اعظم ہند بھی اکثر یہ فرمایا کرتے کہ ملت کے الجھے ہوئے مسائل کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کرنے والی ذات اب ہم

میں نہ رہی۔(حیات محدث اعظم ہند ص:۱۴۳)

مخدوم المشائخ ،سرکار کلاں،حضرت سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کے عہد سجادگی میں بھی تعلقات وروابط کا یہ سلسلہ جاری رہا۔مفتی اعظم ہند اور سرکار کلاں نے اپنے خانوادوں کے اِن حسین روایات کو باقی رکھا اور جس خلوص ووفا،مروّت ومؤدت اور باہمی ادب و احترام کا ثبوت دیا وہ قابلِ تحسین بھی ہے اور لائق تقلید بھی ، بڑی بڑی کانفرنسوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے جلسوں تک دونوں (اشرفی ورضوی) شہزادے شانہ بشانہ رہے ،ایک دوسرے کو اپنے یہاں خصوصی دعوت دے کر بلاتے ،عرس مخدومی میں مفتیٔ اعظم ہند کچھوچھہ شریف حاضری دیتے تو عرس رضوی میں سرکار کلاں بریلی شریف حاضر ہوتے ،اشرفیت و رضویت کا حسین سنگم لائق دید ہوتا۔زائرین ان روح پرور مناظر سے اپنے مشام جاں معطر کو کرتے اور فیوض وبرکات کو اپنے دامن میں سمیٹتے ، وابستگان سلسلہ رضویہ سیدی سرکار کلاں کا ایسا ادب احترام کرتے جیسے اپنے مرشد برحق مفتی اعظم ہند کا اور وابستگان سلسلہ اشرفیہ بھی مفتی اعظم ہند کا ایسا ہی ادب واحترام کرتے جیسے اپنے پیرومرشد سرکار کلاں کا۔کشادہ قلبی اور وسعت ظرفی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوسکتی ہے؟ایسی یگانگت کی مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟

اتحاد واتفاق،تواضع وسادگی،عجز وانکساری اور توکل وبے نیازی کی جوانمول مثالیں ہمارے ان بزرگوں نے پیش کی ہیں وہ نئی نسل کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہیں بلکہ ہدایت ورہنمائی کے قیمتی اصول وذخیرے ہیں اور خانقاہوں کے تعلقات وروابط کے حوالے سے مشائخ کرام اور سجادہ نشینان کے لئے بھی قیمتی سرمایہ ہیں اور خانوادۂ اشرفیہ ورضویہ کی تاریخ کا بہت اہم باب ہیں۔

پھر آنکھوں نے وہ منظر بھی دیکھا کہ اس کے لئے جتنا بھی افسوس اور ماتم کیا جائے بہت کم ہے کہ سرکار کلاں کے عہد سجادگی میں ایک جدید اور فروعی مسئلہ کی تحقیق (شیخ الاسلام حضرت سید مدنی میاں اشرفی جیلانی کا ویڈیو اور ٹی وی کے استعمال پر مشروط فتویٰ) کو لے کر بریلی اور کچھوچھہ کے اِن دو عظیم خانوادوں کے درمیان جو اختلافات ہوئے وہ جگ ظاہر ہے،ان اختلافات سے جماعت اہل سنت کو جو نقصان عظیم ہوا،اس کا شیرازہ منتشر اور پارہ پارہ ہوا،صدیوں تک اس کی بھرپائی نہیں کی جاسکتی ہے،کچھ نام نہاد اور مفاد پرست مولویوں نے اشرفی رضوی اختلافات کو ہوا دینے میں زبان وقلم کی توانیاں بھرپور صرف کیں پھر جو نہ ہونا تھا وہ سب کچھ ہوا کہ خواص تو خواص عوام بھی دو حصوں میں بٹ گئے،ہمارے اکابر نے باہمی الفت ومحبت اور اتحاد واتفاق کی جو خوشگوار فضا قائم کی تھی اس میں نفرت وعداوت اور اختلاف وانتشار کا ایسا زہر گھول دیا کہ اشرفی اور رضوی ایک ندی کے دو کنارے لگنے لگے جو ایک ساتھ چلنے کے باوجود آپس میں کبھی نہیں ملتے اور مشربی اختلافات کی آڑ اور اُن کے سہارے سے اپنی اپنی روٹی سینکنے لگے۔ع

مختصر سی زندگی کم ہے محبت کے لئے
وقت لاتے ہیں کہاں سے لوگ نفرت کے لئے

مختلف سلاسل سنیت کی پہچان اور محبتیں قائم کرنے کے لئے ہیں نہ کہ اختلاف وانتشار پیدا کرنے کے لئے ،تمام سلاسل کے صوفیاے کرام کی تعلیمات کا یہی ماحصل ہے،آج حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ ہمارے اسلاف نے باہمی اتحاد اور الفت ومحبت کے جو رشتے قائم کیے تھے ہم انہیں پھر سے دوبارہ زندہ اور مضبوط کریں،اتحاد بین المسلمین کا خواہاں بنیں،تمام سنی خانقاہوں اور اداروں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے تحریر وتقریر اور زبان وبیان سے ایک دوسرے کا تعاون کریں،ہم سب مل کر اپنی قوم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا عزم کریں،مسلم دشمنوں،باطل قوتوں،بد مذہبوں اور مسلم مخالف سرگرمیوں کا متحد ومتفق ہوکر اِس طرح مقابلہ کریں جیسے ہمارے اسلاف نے کیا تھا ورنہ ہمارا انجام کتنا دردناک اور عبرت انگیز ہوگا،اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔

ایک ہو جاؤ تو بن سکتے ہو خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے

تمام اہل سنت کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہیں محب گرامی مفتی مبشر رضا مصباحی دام ظلہ العالی کہ انہوں نے وقت اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر اس سلسلے میں بہت اچھی پیش رفت کی ہے اور **''دوعاشق رسول کے روابط وتعلقات''** نام سے ایک نہایت ہی شاندار اور جامع رسالہ ترتیب دیا ہے جو حجم اور ضخامت کے اعتبار سے مختصر مگر مشمولات اور مواد کے اعتبار سے کافی معنی خیز ہے، ان کا یہ رسالہ صرف دو عاشقان رسول کے تعلقات وروابط کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اہل سنت وجماعت کی دو عظیم خانقاہوں **''خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ شریف**

اور خانوادۂ رضویہ بریلی شریف'' کے خوشنما تعلقات، اشرفیت ورضویت سنگم کے خوبصورت لمحات، مشائخ کچھوچھہ وبریلی کے اتحاد واتفاق کے ناقابل فراموش واقعات کا نہایت ہی حسین مرقع ہے، موصوف نے عنوان کتاب کے مختلف گوشوں پر اچھی روشنی ڈالی ہے اور اُن کے زریں واقعات کو ایک خوبصورت توازن کے ساتھ جمع کیا ہے، موصوف کے قلم کی یہ خصوصیت ہے کہ جس عنوان پر قلم اٹھاتے ہیں اس کے تمام ضروری گوشوں پر انتہائی جامعیت اور سلاست کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔

یہ رسالہ صرف جامع ہی نہیں مفید بھی ہے دونوں خانوادوں کے تعلقات وروابط کے حوالے سے اس میں ایسے ایسے اہم واقعات اور مفید جانکاریاں موجود ہیں جو ہم سب کے لئے نہ صرف قابل تقلید اور نمونۂ عمل ہیں بلکہ دور حاضر میں ان کو جاننے کی اشد ضرورت بھی ہے، امید ہے کہ اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ بلاشبہ مولف کی اس کتاب سے اسلاف کی یادیں تازہ ہوتی ہیں اور ایک نوجوان فاضل اور صاحب فکر وقلم کے لئے یہ کتاب بہت معنی رکھتی ہے۔

مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے متعدد محاسن وخوبیوں سے نوازا ہے، آپ اہل سنت وجماعت کے مستند عالم دین ہیں، آپ کی متعدد کتابیں منظر عام پر آکر مقبول انام ہوچکی ہیں اور اہم موضوعات پر آپ کے مقالات ومضامین رسائل وجرائد اور اخبارات کی مسلسل زینت بنتے رہتے ہیں، شرعی مسائل پر مشتمل آپ کے فتاوے اس پر مستزاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سبھوں کو عنوان کتاب کے فیوض وبرکات سے ہمیشہ شاد کام رکھے اور حضرت مفتی مبشر رضا ازہرؔ مصباحی کی اس قلمی خدمت کو شرف قبولیت بخشے، اس کتاب کو مقبول انام بنائے اور دونوں خانوادوں کے فیوض وبرکات سے انہیں خوب خوب نوازے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

☆ خادم افتا واستاذ حدیث وفقہ، ادارۂ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی

مفتی شمس الضحیٰ فاروقی مصباحی غازی پوری کی رحلت علم وتصوف کا بڑا خسارہ

شمس العلماء حضرت مفتی شمس الضحیٰ فاروقی مصباحی سجادہ نشیں خانقاہ غوثیہ چشتیہ، دھاوا شریف، غازی پور، اتر پردیش (بھارت) کی رحلت سے جماعت اہل سنت کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ وہ ایک عالم باعمل، صلاحیت مند مفتی اور نیک صفت پیر ومرشد تھے۔ ملک اور بیرون ملک ان کے سیکڑوں شاگرد علمائے دین ہیں جو علمی اور سماجی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے مریدین، متوسلین اور عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت بڑی باوقار تھی۔ ان کی رحلت علم وتصوف کا بڑا خسارہ ہے۔ ان کے عقیدت مندوں میں مسلمانوں کے علاوہ فرزندان توحید بھی شامل ہیں، اسی لئے ان کے جنازہ کے موقع پر ہزاروں فرزندان توحید کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں برادران وطن اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں نے شرکت کی۔ وہ نہ صرف علاقہ غازی پور کے لوگوں کے لئے مرجع خلائق تھے بلکہ ملک اور بیرون ملک اُن کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ بالخصوص برطانیہ کی سرزمین پر انھوں نے جو دین کی تبلیغ کا فریضہ ادا کیا ہے، وہ لائق تحسین ہے، اسی لئے انھیں 'مفتی برطانیہ' کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر افضل مصباحی اسسٹنٹ پروفیسر سیکشن انچارج شعبہ اردو، ایم ایم وی، بنارس ہندو یونیورسٹی نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ مجھے متعدد مرتبہ اُن سے ملاقات اور مختلف مسائل پر گفتگو کا موقع نصیب ہوا ہے؛ جس سے میں اِس نتیجے پر پہنچا کہ دینی علوم پر اُن کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ بروز جمعرات ۱۷ فروری ۲۰۲۲ء کو شب میں ایک بجے شمس العلماء کا انتقال ہوگیا، ان کی نماز جنازہ بعد نماز جمعہ ۱۸ فروری کو ادا کی گئی، جس میں ملک اور بیرون ملک سے معزز ہستیوں اور عوام الناس نے شرکت کی۔ نمازہ جنازہ میں خانوادہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی کئی معزز شخصیتوں نے شرکت کی، جن میں مولانا سید محمد جیلانی اشرف (جیلانی میاں)، مولانا سید جلال الدین اشرف (قادری میاں)، سید خالد اشرف، ممبئی، مولانا سید راشد اشرف (مکی میاں)، مولانا سید مسعود اشرف، سید اسلم میاں وامقی، بریلی وغیرہ خصوصیت کے ساتھ شامل رہے۔ نماز جنازہ مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا ابوالحسن اشرفی غوثی، جانشین خانقاہ غوثیہ چشتیہ نے پڑھائی۔ پسماندگان میں جناب ظفر اقبال صاحب غوثی، ضیاء اشرف غوثی، رحمانی میاں اور دو صاحبزادیاں شامل ہیں۔ شمس العلماء کی سرپرستی میں جو علمی، سماجی اور خانقاہی خدمات انجام دی جارہی تھیں، وہ لائق ستائش ہیں۔ امید ہے کہ ان کے صاحب زادگان اُن کے مشن کو آگے بڑھائیں گے اور علمی وسماجی خدمات کا دائرہ مزید وسیع کریں گے۔

(اطلاع نامہ موصول بذریعہ ڈاکٹر افضل مصباحی)

منظر نامہ

پہلی قسط

عصر حاضر کا دین ابراہیمی اور عالم عرب کے بھٹکتے قدم

مہتاب پیامی مبارک پوری★

دین ابراہیمی وہ دین جو حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعہ رائج ہوا تھا۔ بعثت رسول ﷺ سے پہلے عرب کے ریگ زاروں میں آباد بستیوں میں ایک رواجی دین کا عمومی چرچا تھا، اس رواجی دین کی بنیاد دین ابراہیمی پر تھی۔ یہ اسی دین کی بگڑی ہوئی صورت تھی جو اپنے اپنے ادوار میں تمام رسولانِ عظام لے کر آئے، وقت گزرنے کے ساتھ اس خالص دین ابراہیمی میں رفتہ رفتہ بہت سی خرافات شامل ہوتی گئیں اور وہ مسخ ہو گیا، اس دین کو مسخ کرنے والے اسباب میں شرک کا عملی تصور سب سے زیادہ کارگر رہا، شرک نے عقیدۂ وحدانیت کے روشن چہرے کو دھندلا کر دیا اور معبودِ حقیقی کے ساتھ بعض فطری وغیر فطری عناصر واشیا کی عبادت شامل کر دی۔

اپنے اپنے عہد میں دین موسوی اور دین عیسوی بھی دین ابراہیمی ہی کا تسلسل اور دین اسلام کی عصری صورتیں تھیں جو بعد میں بدعات و انحرافات کی بنا پر مسخ ہو کر رواجی یہودیت اور مسیحیت میں ڈھل گئے تھے۔ مسخ شدہ رواجی دین کے خلاف صالح ذہنوں میں اس وقت بھی احتجاجی لہریں سر اٹھا رہی تھیں، اکثر علمائے تاریخ کا خیال ہے کہ بعض مقامات پر شرک اور مشرکانہ روایات و رسوم کے خلاف بعثت رسول ﷺ سے کچھ قبل ہی ردعمل شروع ہو چکا تھا، اس بنا پر بت پرستی کی برائی کا خیال بہتوں کے دل میں آیا، لیکن اس کا تاریخی زمانہ حضور ﷺ کی بعثت سے کچھ ہی پہلے شروع ہوتا ہے۔ بیشتر سیرت نگاروں نے اس دور کو ''حنیفیت'' کے نام سے یاد کیا ہے اور اس کا نقطۂ آغاز بعثت رسول ﷺ کے قریب مانا گیا ہے، بعض اہل قلم نے دین حنیف کو صرف مکہ مکرمہ تک محدود مانا ہے اور اسے محض ایک علاقائی ردعمل بتایا۔

مذکورہ عنوان پر کچھ لکھنے سے قبل ''عرب میں حنیفیت کی تاریخ اور حدود واثرات'' کا پتہ لگانا اور قارئین کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔

عربوں کا اصلی دین ''دین ابراہیمی'' تھا، ان کے یہاں بت پرستی کی ابتدا عمر بن لحی سے ہوئی، شرک وبت پرستی کے عام رواج کے باوجود عرب کے مختلف مقامات پر بہت سے ایسے لوگ بھی آباد تھے جو شرک سے بیزار اور توحید کے علم بردار تھے اور بتوں کے حضور کے قربانیوں کا برملا انکار کیا کرتے۔ ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں بت پرستی کی مخالفت کرنے والوں میں چار لوگوں کے نام درج کیے ہیں جنہوں نے بت پرستی سے توبہ کی تھی۔ بعثت نبوی کے قریبی دور کے ایسے چند قابلِ ذکر افراد کے نام ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

قیس بن ساعد الایادی، امیہ بن ابی الصلت، سوید بن عمر المصطلقی، وکیع بن سلمہ بن زہیر الایادی، عمر بن جندب الجھنی، ابو قیس حرمہ بن ابی انس، زید بن عمر بن نفیل، ورقہ بن نوفل، عثمان بن الحویرث، عبید اللہ بن جحش، عامر بن الظرب العدوانی، علاف بن شہاب التمیمی، المتلمس ابن امیہ الکنانی، زہیر بن ابی سلمہ، خالد بن سنان بن غیث العبسی، عبداللہ القضاعی۔ وغیرہ

تاریخ میں ان لوگوں کو ''حنفا'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ سب لوگ ببانگ دہل توحید کو اصل دین کہتے اور مشرکین کے مذہب سے اپنی بے تعلقی کا صاف صاف اظہار کرتے تھے، ان لوگوں کے ذہن میں یہ تخیل انبیائے علیہم السلام کی تعلیمات کے باقی ماندہ اثرات ہی سے آیا تھا۔

دین اسلام کی ابتدا سے لے کر تا حال اسلام کے سینے پر تحریف کا نشتر لگانا، تنقید کرنا اور مفروضات کی بنیاد پر اس کے قطعی مسائل کو پامال کرنا ہر دور کے ملحدوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ پہلی صدی کے خوارج ہوں یا مابعد کے باطنیہ، تیسری صدی کے اصحاب العدل والتوحید ہوں یا دورِ حاضر کے ''ارباب فکر ونظر''، دوسری صدی کا ابن المقفع ہو یا چودھویں صدی کا اسلم جیراجپوری، اکبری دور کے ابوالفضل اور فیضی ہوں یا ہمارے دور کے جاوید غامدی، سب کا مشترک مقصد، مشترک نقطۂ نظر اور مشترک سرمایہ، اسلام کی چار دیواری میں رخنہ اندازی کرنا ہے۔ ان

کا خیال یہ ہے کہ اسلام کی اصل روح پہلی صدی کے وسط یا تقریباً آخر میں دفن ہوکر رہ گئی اور اب جو ''مدوّن اسلام'' تیرہ یا چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے پاس موجود ہے، یہ وہ اسلام نہیں جو رسولِ اکرم ﷺ نے پیش کیا تھا بلکہ یہ اسلام ''زندگی کی حرارت'' سے محروم جسد بے روح ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور خاتم النّبیین ﷺ کی برکت سے امت کے سر سے اجتماعی عذاب اُٹھا لیا ہے یعنی اب اس امت پر کوئی ایسا عذاب نہیں آئے گا کہ جس سے پوری امت ہلاک و برباد ہوجائے؛ لیکن اہل ایمان کے امتحان اور آزمائش کے لئے فتنے برابر پیدا ہوتے رہے ہیں اور تا قیامت پیدا ہوتے رہیں گے۔خود سرکارِ دوعالم ﷺ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ہر چیز میں کمی ہوگی لیکن شر اور فتنہ میں مسلسل اضافہ ہوگا۔''فتنہ'' دراصل عربی زبان کا لفظ ہے، جو متعدد معانی کے لئے قرآن کریم میں بھی جا بجا آیا ہے۔اس کا معروف معنی دنگا فساد ہے اور اُسی معنی میں یہ لفظ اردو میں مستعمل ہے۔روزمرہ کی گفتگو میں بھی ''فتنہ وفساد'' (وغیرہ) الفاظ ہم استعمال کرتے رہتے ہیں۔نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق یہ امت آج بھی فتنوں سے برسرِ پیکار ہے۔ایک فتنہ ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا فتنہ سینہ تانے ہوئے سامنے آجاتا ہے۔

آج دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالیے حرمین شریفین سے لے کر تمام عرب ممالک، ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ سبھی خطے فتنہ وشر کی آماجگاہ ہیں۔ آفات ومصائب کا ایک عالمی طوفان ہے جو بڑھتا چلا جارہا ہے، فتنوں پر فتنے اٹھ رہے ہیں، دینی وعلمی فتنے، ملکی وقومی فتنے، تہذیب وتمدن کے فتنے، آرائش وآسائش کے فتنے، سرمایہ داری کے فتنے، غربت وافلاس کے فتنے، اخلاقی وسیاسی فتنے، عقل پرستی کے فتنے، داخلی وخارجی فتنے حتیٰ کے نورانی روحانی فتنے۔ایک تسلسل کے ساتھ تمام فتنے دنیا میں پھیلتے چلے جارہے ہیں، دنیا کا کوئی بھی خطہ شاید ایسا نہیں جو فتنوں سے بالکلیہ محفوظ اور مامون ہو۔اس وقت ایک ایسا ہی اسلام سوز فتنہ عالمِ اسلام کے سر پر منڈلا رہا ہے جس کی سرکوبی وقت رہتے نہ کی گئی تو مستقبل قریب میں یہ امت مسلمہ کے لئے وبالِ جان بن کر رہ جائے گا، یہ فتنہ ہے عہدِ حاضر کا ''دین ابراہیم''

بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق ابھی تک دین ابراہیمی کے وجود میں آنے کا باضابطہ اعلامیہ جاری نہیں کیا گیا ہے نہ ہی اس دین کے قیام کے لئے کوئی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی ہے، اور نہ ہی کہیں اس کے ماننے والے موجود ہیں، اس کی کوئی مذہبی کتاب بھی نہیں، ایسے میں یہ سوال پیدا ہونا لازمی امر ہے کہ پھر یہ دینی ابراہیمی کیا ہے؟ فی الحال اسے ایک مذہبی پروجیکٹ مانا جاسکتا ہے، اس پروجیکٹ کے تحت گزشتہ کچھ مہینوں سے اسلام، یہودیت اور عیسائیت تینوں مذاہب میں شامل عمومی افکار اور احکام کو یکجا کر کے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے نام سے ایک نئے دین کے اجرا کی کوشش کی جارہی ہے۔

اسی سے ملتی جلتی ایک کوشش بادشاہ اکبر نے بھی کی تھی اور اس نے اپنے خود ساختہ دین کا نام ''دین الٰہی'' تجویز کیا تھا، مگر تاریخ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا، یہ ساری دنیا کو معلوم ہے۔اس نظریہ جدید کے حامیوں کے مطابق اس کا مقصد مذکورہ تینوں مذاہب کے اعتقادات اور ملتے جلتے احکام پر عمل کرنا اور کرانا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ مقصد بھی ہے کہ آپسی اختلافات کو بڑھانے والی باتوں سے گریز کیا جائے۔کئی سیاسی لابیاں اختلافات واعتراضات کی پروا کیے بغیر اپنے اس نظریہ کو فروغ دینے کے لیے شب وروز کوشاں ہیں۔مصر میں مذہبی اتحاد کی مہم ''مصر فیملی ہاؤس'' کی دسویں سالگرہ کے موقع پر چند روز قبل جامعۃ الازہر کے معروف عالم ''احمد الطیب'' نے اپنے خطاب میں ابراہیمی مذہب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ان کے اس تنقیدی خطاب نے جدید ابراہیمی مذہب سے متعلق مباحثے کے نئے دروازے کھول دیے ہیں، ورنہ سچ تو یہ ہے کہ گزشتہ ایک سال سے اس مذہب کے حوالے سے عرب ممالک میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔یہ سلسلہ گزشتہ ایک سال سے جاری ہے اور اس پر کافی تنازعات بھی پیدا ہوئے، البتہ احمد الطیب کے خطاب نے اسے مزید ہوا دی۔

اب تک امت مسلمہ میں ''دین ابراہیمی'' کا یہ زہر انتہائی خاموشی کے ساتھ پھیلانے کی کوشش کی جارہی تھی مگر احمد الطیب کے خطاب کی وجہ سے اس نئے مذہب کا نام اخبارات کی سرخیوں میں آگیا، مصر کے بیشتر لوگ اب بھی یہ سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں کہ امام نے جس مسئلے پر بحث کی ہے وہ اصل میں ہے کیا؟ کیوں کہ اس کے متعلق بہت سے لوگوں نے الطیب کی زبان ہی سے پہلی بار سنا ہے۔الازہر کے شیخ نے اپنے خطاب میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان بقائے باہمی کے مسئلے پر دوٹوک انداز میں باتیں کہیں کہ اسکندریہ میں ۲۰۱۱ء کے انقلاب کے بعد پوپ شینا ؤ داسوم اور الازہر کے ایک نمائندہ وفد کے درمیان اتفاق رائے سے ''مصر فیملی ہاؤس'' کے قیام پر کافی غور و

خوض کے بعد عملی اقدامات کیے گئے۔

احمد الطیب کے بیان پر عمومی مبصرین کا خیال ہے کہ دو مذاہب کے درمیان بقائے باہمی اور رواداری کی باتیں کرنا غیر منطقی اور غیر متوقع نہیں، یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ شیخ الازہر نے ''مصر فیملی ہاؤس'' کے بینر تلے جو بیانات جاری کیے وہ حسب حال اور مناسب ہیں۔ الطیب نے اپنے خطاب کے آغاز میں کہا کہ وہ یقینی طور پر دو مذاہب، اسلام اور عیسائیت کے درمیان بظاہر بھائی چارگی پیدا کرنے والی اس تحریک کی الجھنوں اور دونوں مذاہب کے اختلاط اور انضمام کے بارے میں ظاہر ہونے والے شکوک وشبہات کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عیسائیت، یہودیت اور اسلام کو ایک مذہب میں ضم کرنے کی خواہش کا مطالبہ کرنے والے آئیں گے اور تمام برائیوں سے نجات کا اعلان کریں گے، مگر کیا برائیوں سے نجات کا یہی راستہ ہے؟ شیخ احمد الطیب نے اپنے خطاب میں نئے ابراہیمی مذہب کی دعوت اور دعوؤں کو مسترد کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کے ذریعے جس نئے مذہب کی بات کی جا رہی ہے، اس کا نہ تو کوئی رنگ ہے نہ کوئی ذائقہ اور نہ ہی کوئی بو۔ ابراہیمی مذہب کے مبلغین آپ کے پاس آئیں گے اور دلیلوں سے آپ کو سمجھانے کی کوشش کریں گے کہ باہمی نااتفاقیوں اور تنازعات کو ختم کرنے کا یہی واحد راستہ یہی ہے کہ ساری دنیا ابراہیمی مذہب پر عمل پیرا ہو جائے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ان کے دعوؤں کے بالکل برعکس عقیدہ اور ایمان کو غصب کرنے کی سازش ہے۔ شیخ طیب نے یہ بھی کہا کہ مختلف مذاہب کو ایک ساتھ لانے کی دعوت حقیقت اور فطرت کی صحیح سمجھ پیدا کرنے کی بجائے ایک پریشان کن خواب ہے۔ ان کے مطابق تمام مذاہب کے لوگوں کو ساتھ لانا ناممکن ہے۔ دوسرے کے عقیدے کا احترام کرنا ایک چیز ہے اور اس عقیدے کو ماننا دوسری چیز ہے۔

ابراہیمی مذہب کے بارے میں الطیب کی گفتگو کو سوشل میڈیا پر کافی لوگوں نے پسند کیا ہے، جن میں عبد اللہ رشدی بھی شامل ہیں، انھوں نے شیخ احمد الطیب کی حمایت کرتے ہوئے ٹویٹ کیا کہ:

كلمات فضيلة الإمام الأكبر قد قتلت فكرة الديانة الإبراهيمية في مهدها یعنی الطیب نے ابراہیمی مذہب کے خیال کو ابتدائی مرحلے میں ہی ختم کر دیا۔

اگرچہ شیخ الازہر امام احمد الطیب نے اپنے خطاب میں مذہب ابراہیمی کی دعوت کی کسی سیاسی جہت کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن سوشل میڈیا پر لوگوں نے اس تحریک کو ''مذہب کے پردے میں سیاست'' سے تعبیر کیا ہے۔ شیخ الازہر کی موافقت میں مصری قبطی پادری ہیگو مین راہب نیامی بھی ہیں، انھوں نے کہا کہ ''ابراہیمی مذہب دھوکے کی ٹٹی ہے۔'' اس نئے مذہب کو مسترد کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اِسے نظریاتی طور پر درست سمجھتے ہیں لیکن اسے خالصتاً ایک سیاسی کیمپ کے طور پر دیکھتے ہیں جس کا مقصد اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانا اور خاص طور پر عرب دنیا میں فروغ دینا ہے۔

عبداللہ رشدی نے اپنے ٹویٹ میں کہا ہے:

فقد بيّن فضيلة الإمام أنّ هناك فرقاً بين احترام عقيدة الآخر والإيمان أو الاعتراف بعقيدة الآخر. بُحّ صوتي توضيحاً لهذه القضية والحمد لله الذي أجرى بها لسان فضيلة الإمام ليقطعَ الطريق على أصحاب الأوهام. امام نے واضح کیا کہ دوسرے کے عقیدہ کا احترام کرنے اور اس کے عقیدہ کو ماننے یا تسلیم کرنے میں فرق ہے۔ میرے پاس وہ زبان نہیں جس سے میں اس مسئلے کی وضاحت کر سکوں، خدا کا شکر ہے کہ اس نے زبانِ امام کے لئے یہ ممکن بنایا کہ وہ گمراہوں کی پول کھول دے۔

ابراہیمی مذہب کے ہم نوا ''سامح عسکر'' نے اپنے ایک ٹویٹ میں کہا:

فكرة الدين الابراهيمي في جوهرها تعني التسامح بين الأديان الثلاثة..وهذا شئ جيد، لكنها وُظفت لصالح التطبيع مع إسرائيل، وفي الحقيقة المسلمون والشرق الأوسط بحاجة لفكرة شبيهة للتسامح بين السنة والشيعة.فعندما توجد تلك الفكرة ويجري دعمها بنفس الزخم فلا مانع من دعم فكرة الدين الإبراهيمي.

یعنی ابراہیمی مذہب کا نظریہ اپنی حقیقت میں تینوں مذاہب کے درمیان رواداری ہے اور یہ ایک اچھی بات ہے، لیکن اسے اسرائیل کے ساتھ معمول پر لانے کے حق میں استعمال کیا گیا، دراصل مسلمانوں اور مشرق وسطیٰ کو ایک ہی نظریے کی ضرورت ہے، سنیوں اور شیعوں کے درمیان رواداری اور جب یہ نظریہ موجود ہے اور اس کی حمایت کی جا رہی ہے تو اس نظریے کی حمایت میں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

لفظ ''ابراہیمیہ'' اور ''ابراہیمی مذہب'' کا استعمال اور اُس سے

متعلق تنازع ستمبر ۲۰۲۰ء میں متحدہ عرب امارات اور بحرین کے درمیان اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے معاہدے پر دستخط کے ساتھ شروع ہوا تھا۔امریکہ کی ثالثی میں ہوئے اس معاہدے کو ''ابراہیمی معاہدہ'' کہا جاتا ہے۔معاہدے پر امریکی محکمہ خارجہ کے اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ ''ہم تین ابراہیمی مذاہب اور تمام انسانیت کے درمیان امن کو آگے بڑھانے کے لئے بین ثقافتی اور بین مذہبی مکالمے کی حمایت کرنے کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔''

یہ پیراگراف نارملائزیشن آف کنڈیشنز ایگریمنٹ کے ابتدائی حصے میں شامل ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانا خالصتاً سیاسی یا اقتصادی معاہدہ نہیں بلکہ اس کا ثقافتی مقصد بھی تھا اور اس کے فوراً بعد ہی مختلف ممالک کے مختلف فرقوں کے لوگوں کے درمیان مذہبی رواداری اور باہمی مکالمے کے بارے میں گفتگو کی ابتدا ہوئی ، جو بعد میں ''متحد ابراہیمی مذہب'' کے نام سے مشہور ہوئی۔سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس پر ابراہیمی مذہب کی تشہیر کا الزام متحدہ عرب امارات پر عائد کیا گیا ہے۔متحدہ عرب امارات نے اسرائیل کے ساتھ حالات کو معمول پر لانے کے لئے ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔تب سے دونوں ممالک کے درمیان ثقافتی مفاہمت اور دیگر شعبوں میں فعال تبادلے ہوئے ہیں۔ابراہیمی مذہب کے فروغ کے لیے یواے ای کے کراؤن پرنس اور ڈپٹی سپریم کمانڈر محمد بن زاید نہیان نے ابوظہبی میں ''ابراہیمی فیملی ہاؤس'' کی تعمیر بھی کرائی ہے۔یہ کام بظاہر پوپ فرانسس اور امام احمد الطیب کے مشترکہ تاریخی دورے کی یاد میں اور پرامن بقائے باہمی کی حالت اور انسانی بھائی چارہ کے فروغ کے لئے اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے ڈیڑھ سال پہلے ہی ہو چکا تھا۔اس ''ابراہیمی فیملی ہاؤس''میں ایک مسجد، ایک چرچ اور ایک سائناگوگ بن کر تیار ہے۔اس فیملی ہاؤس کو ۲۰۲۲ء میں عام لوگوں کے لئے کھول دیا جائے گا۔اس فیملی ہاؤس کو بڑھاوا دینے میں مسجد سلطان بن زائد ابوظہبی کے امام وسیم یوسف بھی شامل ہیں، جب کہ کویت کے معروف عالم عثمان الخمیس اس کے سخت مخالف ہیں۔

مذہب ابراہیمی کا تنازعہ صرف الازہر کے شیخ احمد الطیب کی رائے کی وجہ سے نہیں، دیگر سیاسی و مذہبی رہنما بھی اس تحریک کے سخت مخالف ہیں،عراقی رہنما مقتدیٰ الصدر نے بھی اس کی مخالفت کی ہے اور اپنے ٹویٹ میں دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ ''اتحادِ مذاہب'' دین اسلام سے الگ ہے ہی نہیں۔اسلام کو پس پشت ڈال کر اتحادِ مذاہب کی بات کرنا حماقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔یواے ای کے ''ابراہیمی معاہدے'' پر دستخط کرنے اور نئے مذہب کی بحث کے بعد امتِ مسلمہ کے با اثر علما شدت سے اس کا بائیکاٹ کر رہے ہیں، عالمی سطح پر منفرد شناخت کے حامل مشہور و معروف قلم کار طارق السویدان نے تو اس نئے مذہب کو توہین رسالت سے تعبیر کیا ہے۔ڈاکٹر سامع عامری نے اپنے ٹویٹ میں کہا:خذوا حذركم !الإبراهيمية، الدين الجديد الذي سيُروَّج له بكثافة في البلاد العربية في السنوات القادمة، دين يجمع التوحيد والتثليث، والقرآن و التلمود..وإبراهيم عليه السلام منه براء۔''ابراہیمیت، ایک نیا مذہب ہے جو آنے والے دنوں میں عرب ممالک میں بڑے پیمانے پر فروغ پائے گا، یہ ایک ایسا مذہب ہے جو توحید اور تثلیث،قرآن اور تلمود کو یکجا کرتا ہے...اور ابراہیم علیہ السلام اس سے بری ہیں۔

☆☆☆

☆ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
payamee@gmail.com

محمد حنیف انصاری عرف حنیف پردھان کا انتقال

۹رجب ۱۴۴۳ھ/۱۱فروری ۲۰۲۲ء جمعہ کے روز ۱۱بجے کے قریب عالی جناب محمد حنیف انصاری عرف حنیف پردھان ، بڑھرا پوسٹ سعی بزرگ، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) دارِفانی سے رخصت ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم کی زندگی کا بیشتر حصہ خدمت خلق میں گزرا۔ ہمیشہ اپنے گاؤں وقصبہ کے لوگوں کے کام آتے رہے۔حق گوئی میں بے باک تھے۔کہنے کو تو وہ پڑھے لکھے نہیں تھے مگر اکثر معاملات اپنی ہوش مندی و دانش مندی سے بڑی آسانی سے حل کر دیا کرتے۔یہی وجہ ہے کہ آخر وقت میں دارالعلوم مصباح العلوم سعی بزرگ و بڑھرا کے منیجر منتخب کیے گئے۔۱۲فروری کو آپ کی نماز جنازہ مولانا محمد ماشاءاللہ نظامی (دارالعلوم قرطبہ جوگیشوری ممبئی) نے پڑھائی۔آپ نے ۹۲ کی عمر پائی۔ایک فرزند (مولانا محمد امجد علی رضوی ممبئی) اور پانچ لڑکیاں ہیں۔مولیٰ کریم اپنے محبوب کے صدقے مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ مرحوم محمد حنیف انصاری صاحب کی تجہیز وتکفین اُن کے آبائی گاؤں بڑھرا پوسٹ سعی بزرگ ضلع سنت کبیر نگر میں ہوئی ہے۔

فکر امروز

کیرالہ کی تین عیسائی لڑکیاں اور سپریم کورٹ کا تاریخی فیصلہ

مفتی محمد نوید سیف حسامی ایڈوکیٹ★

یہ سن ۱۹۸۵ء کی بات ہے، کیرالہ کے شہر ''کوٹایم'' کے ایک چھوٹے سے قصبے ''ایٹومانور'' میں رہنے والے ایک عیسائی خاندان کی تین لڑکیوں کو ''قومی ترانہ'' نہ پڑھنے کی پاداش میں اسکول سے نکال دیا گیا، یہ خاندان؛ عیسائیت کے فرقہ Jehovah's Witnesses سے منسلک تھا، اس فرقہ کا عقیدہ عام عیسائیوں کی طرح تثلیث کا نہیں بلکہ وہ تثلیث کے مقابلہ وحدانیت پر یقین رکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی وفات کے قائل ہیں۔

بیجُو ائے، بینو اور بندھونام کی یہ لڑکیاں قومی ترانہ جب پڑھا جاتا تھا تو سب کے ساتھ کھڑی رہتیں لیکن کبھی ترانہ گنگناتی نہیں تھیں، سالوں سے یہی معمول تھا بلکہ ان کی بڑی بہنیں جو اسی اسکول سے تعلیم مکمل کر کے نکل چکی تھیں انہوں نے کبھی قومی ترانہ کے پڑھنے میں حصہ نہیں لیا کیونکہ عقیدتاً قومی ترانہ کے کچھ الفاظ ان کے عقیدے سے متصادم تھے۔

اُس خاندان کے اِن طالب علموں کے اس عمل سے نہ کسی کو کچھ پریشانی تھی اور نہ ہی کسی قسم کا خلل، نظامِ امن وضبط میں آرہا تھا کہ اچانک جولائی ۱۹۸۵ء کی ایک صبح کیرالہ کا ایک ''رکن اسمبلی'' اسکول کے دورے پر آیا، اُس نے یہ بات نوٹس کی کہ طالبات مہر بلب ہیں، اسکول انتظامیہ سے استفسار پر انہوں نے جواب دیا کہ اِس فرقہ کے افراد کبھی قومی ترانہ کے پڑھنے میں شریک نہیں ہوئے، اُس رکن اسمبلی کو یہ بات ''حب الوطنی'' اور ''قومیت'' کے اتنی خلاف لگی کہ اس نے کیرالہ کے اسمبلی سیشن میں یہ مسئلہ اٹھادیا۔ کارکنانِ اسمبلی عموماً قانون اور دستور کی گہرائی کا علم نہیں رکھتے بلکہ بعضے تو تعلیم ودستور کے جھمیلوں سے بھی دور رہ چکے ہوتے ہیں، اسمبلی نے ایک تفتیشی کمیٹی بٹھائی، کمیٹی نے رپورٹ پیش کی کہ مذکورہ طالبات قانون پسند شہری ہیں، سوائے قومی ترانہ نہ پڑھنے کے، یہ کوئی خلاف قانون کام نہیں کرتی ہیں، تمام بہتر اوصاف کے باوجود مذکورہ نقص اسمبلی اور متعلقہ ارکان کو سب سے بُرا لگا، کمیشن کی اس رپورٹ کے بعد ''ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس'' کی ہدایت مذکورہ طالبات کو بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء اسکول سے خارج کر دیا گیا۔

لڑکیوں کے والد نے اسکول کی صدر مدرس جو کہ ایک خاتون تھیں ان سے داخلہ بحال کرنے کی درخواست کی لیکن انتظامیہ نے ''اوپر کے آرڈرز'' کی بنا پر اپنی بے بسی ظاہر کی، والد نے لڑکیوں کی جانب سے کیرالہ ہائی کورٹ میں ''رِٹ پٹیشن'' دائر کی، جہاں پہلے ایک رکنی بنچ نے اور بعد ازاں وسیع تر بنچ (ڈیوزن بنچ) نے لڑکیوں کی اپیل مسترد کر دی، یعنی قومی ترانہ پڑھے جانے کے اقرار اور اس پر عمل کے وعدے اور اظہار پر ہی داخلہ بحال ہوگا ورنہ نہیں۔ ہائی کورٹ کی دونوں بنچ کا یہ فیصلہ ہمت شکن تھا، ایک طرف لڑکیوں کا مستقبل اور دوسری طرف عقیدہ اور مذہب، لڑکیوں کے والد نے حوصلہ نہیں ہارا بلکہ سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹانے کا فیصلہ کیا۔

۱۹۸۵ء ختم ہو چکا تھا اور لڑکیوں کی تعلیم میں آدھے سال کا حرج بھی، ۱۹۸۶ء میں سپریم کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا، جسٹس ''چنپّا ریڈی'' (متوفی ۱۴، اپریل ۲۰۱۳ء بمقام حیدرآباد) اس مقدمہ کی سماعت کر رہے تھے، عرضی گذار لڑکیوں کی جانب سے اس وقت کے قابل وکلاء ''ایف ایس ناریمان، ٹی ایس کرشنا مورتی، کے جے جان اور ایم جھا'' نے مقدمہ اور طالبات کا عندیہ اور نظریہ پیش کیا، مذکورہ وکلاء نے دستور کی شق (1(a))19 (حق تقریر و اظہار رائے) اور شق (1)25 (سبھی شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کا حق) کو بنیاد بنا کر مختلف قانونی نظیروں ساتھ بڑی مضبوطی سے اپنا مطالبہ رکھا۔

۱۱، اگست ۱۹۸۶ء کو جسٹس ''چنپّا ریڈی'' نے کیرالہ ہائی کورٹ فیصلہ کو کالعدم قرار دیتے ہوئے تاریخ ساز فیصلہ سنایا کہ لڑکیوں کو قومی ترانہ پڑھنے پر مجبور کرنا اُن کے دونوں حقوق کو متاثر کرتا ہے لہٰذا فوراً سے پیشتر ان کا داخلہ بحال کیا جائے اور انہیں باقی تمام طلبہ کی ہی طرح تعلیمی سہولیات میسر کی جائیں، فیصلہ کی آخری سطور میں جسٹس ریڈی نے درج ذیل یادگار الفاظ کا اضافہ کیا کہ

"our tradition teaches tolerance our philosophy preaches tolerance our constitution practices tolerance let us not dilute it".

''ہماری تہذیب ہمیں رواداری کا درس دیتی ہے، ہمارا فلسفہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا کا سبق سکھاتا ہے اور ہمارا آئین رواداری پر عمل کرتا ہے، ہمیں اسے کمزور نہیں کرنا چاہئے...''

مقدمہ کی روداد ختم ہوئی، یہ مقدمہ آج بھی حقوق کی لڑائی میں ایک سنگ میل مانا جاتا ہے اور عیسائیوں کا یہ فرقہ اس بات پر خوشی کا اظہار بھی کرتا ہے کہ ملک میں اقلیتوں کے دستوری حقوق کی لڑائی میں اس کو قابل قدر حصہ ادا کرنے کا موقعہ ملا اور انہوں نے اس موقعہ کا فائدہ بھی اٹھایا، ان لڑکیوں کا باپ اگر ہمت ہار جاتا یا وہ لڑکیاں مذہب پر تعلیم کو مقدم رکھتیں تو تاریخ ہند کے اس ورق پر کبھی ان کا نام امر نہ ہوتا۔

اس مقدمہ کا مکمل فیصلہ انٹرنیٹ پر موجود ہے جو اپنے اندر مزید باریکیاں اور نکات لئے ہوئے ہے، جن مسائل کا ہم بحیثیت مسلم اب سامنا کر رہے ہیں دوسری بعض قومیں اس کو پہلے جھیل چکی ہیں اور ان کا مقابلہ بھی کر چکی ہیں، کرناٹک ہائی میں ''حجاب'' پر چل رہے مقدمہ کو دیکھتے ہوئے مجھے یہ معاملہ یاد آ گیا تو قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے اس کا خلاصہ سپرد قلم کر دیا، باقی اس سے حاصل ہونے والے اسباق و تاثرات کو قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اپنے ذوق و مزاج کے مطابق اس سے نکتہ آفرینی کر لیں۔

☆☆☆

+919966870275,muftinaveedknr@gmail.com

راج کوٹ گجرات میں چار روزہ ایس، ایس، ایف نیشنل ادبی میلہ

۲۲ فروری کو گجرات کے مشہور شہر راجکوٹ میں ایس ایس ایف نیشنل ساھتیوتسو (ادبی میلہ) کا آغاز ہوا جو ۲۵ فروری کو ختم ہوا۔ یہ ادبی میلہ اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا جس کے تحت سب سے پہلے بھارت بھر میں بلاک سطح پر مدارس اور اسکول کے طلبا کے درمیان مختلف موضوعات پر مثلاً نعت، منقبت، تقریر، قوالی اس کے علاوہ مضمون نگاری مختلف زبانوں میں مقابلہ ہوا پھر جو طلبا کامیاب ہوئے، ان کا مقابلہ ضلعی سطح پر ہوا پھر اُس میں جو طلباء کامیاب ہوئے اُن کا مقابلہ صوبائی سطح پر ہوا، اس کے بعد آخر میں پورے بھارت سے جو طلباء صوبائی سطح پر کامیاب ہوئے تھے، ان سب کو راجکوٹ میں بلایا گیا جہاں مختلف جگہوں اور علاقوں سے آئے ہوئے فیصل صاحبان کی موجودگی میں تمام موضوعات میں مقابلہ ہوا۔

حضرت حاجی محمد ابراہیم ترکی باپو رحمت اللہ علیہ کی مقدس درگاہ کے احاطے میں یہ مقابلہ جاتی اجلاس منعقد ہوا۔ سب سے پہلے اپنی روایت کے مطابق ۲۲ فروری کو پرچم کشائی کی گئی اور نماز مغرب کے بعد روحانی مجلس منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان ادبی میلے میں مختلف ریاستوں کے نمائندوں نے شرکت کی، جس میں علمی مباحث، ادبی گفتگو اور مختلف فنون سے لبریز مقابلے ہوئے۔ ادبی ایوارڈ یافتگان، مختلف یونیورسٹیوں کے پروفیسرز، ریسرچ اسکالرز، طلباء اور بہت سے دیگر معزز حضرات نے شرکت کی۔ تقریباً ۶۰ سے زائد مقابلے کل تین حصوں میں چلائے گئے۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے پدم شری پروفیسر اختر الواسع صاحب دہلی شریف لائے جنھوں نے طلباء کی حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ ہمیں حالات سے کبھی گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ اس کا مقابلہ دانشمندی سے کرنا چاہیے۔ اس وقت جو لوگ حجاب کی مخالفت کر رہے ہیں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور ہمارے جمہوری ملک میں جمہوری اقدار کے محافظ شہریوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہی لوگ ان فتنہ پروروں کا منہ بند کر دیں گے۔ ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آخر میں بھارت کے شافعی مسلمانوں کے مفتی اعظم حضرت شیخ ابوبکر احمد مسلیار ملیباری کے مقدس ہاتھوں سے انعامات تقسیم کیے گئے۔ پہلا مقام سنی اسٹوڈنٹس فیڈریشن شاخ کشمیر نے حاصل کا، دوسرا مدھیہ پردیش کی شاخ نے جبکہ تیسرا مقام کیرلا کی شاخ نے حاصل کا۔ فیصل کی حیثیت سے ڈاکٹر محمد اکرم رضا مصباحی اسسٹنٹ پروفیسر مولانا مظہر الحق عربی فارسی پٹنہ، مولانا حامد رضا برکاتی بنگلور، ڈاکٹر محمد نعیم مصباحی جواہر لال نہرو یونیورسٹی، ڈاکٹر خالد سیف اللہ دہلی، مولانا عبد الرحیم مصباحی، مولانا محمد الطاف ازہری مصباحی گجرات، مولانا محمد حنیف مصباحی، مولانا محی الدین بخاری، مولانا شبیر احمد برکاتی، مولانا محمد مفید سعدی، ڈاکٹر شیرین احمد (یو اے ای) ڈاکٹر فاروق احمد احسنی اور تسلیم عارف سولنکی صاحبان تشریف فرما رہے۔ بھارت بھر سے آئے کامیاب طلباء کی خدمت میں ترغیبی تمغہ پیش کیا گیا۔ آخر میں ایس ایس ایف انڈیا کے قومی صدر ڈاکٹر فاروق احمد نعیمی اور قومی جنرل سکریٹری مولانا نوشاد عالم قادری مصباحی نے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔

رپورٹ: محمد شریف، دفتر انچارج ایس ایس ایف انڈیا، طلبہ مرکز حضرت نظام الدین (ویسٹ) نئی دہلی۔ 9986136655

فکر فردا

امت کو مایوسی نہیں، امیدوں کا تحفہ دیں

ہماری قوم معمولی سی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے ساتھ بہت کچھ مزاج رکھنے کا مزاج رکھتی ہے، اس لئے اس کی قومی تربیت کے لئے مایوسی سے زیادہ امیدوں کی ضرورت ہے

خالد ایوب مصباحی شیرانی★

پچھلی ایک مدت سے آپس میں ایک دوسرے کو کوسنا، برا بھلا کہنا، اپنی خوبیوں کو ہلکے میں آنکنا اور دوسروں کی معمولی معمولی سی خوبیوں کو بھی پہاڑ بنا کر پیش کرنا ہمارے معاشرے کا ایک کلچر سا بن چکا ہے۔ یہ غیر شعوری کام صرف چوپالوں پر بیٹھنے والے بیکار لوگ ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ روشن دماغ ارباب قلم اور زباں آور خطیب بھی بلا تکان کر رہے ہیں جو شاید یا تو سکے کا صرف ایک رخ دیکھ پاتے ہیں یا اُن کا اپنا مزاج مرعوبیت یا جلد مایوسی کا ہوتا ہے جیسے:

(الف) ہمارے معاشرے کے عام رسمی خطبا کبھی ہمارے تاب ناک ماضی کو یاد کر کے، کبھی اقبال کے فکر انگیز اشعار کے یک طرفہ مفہوم کے سہارے اور کبھی خود ساختہ ذاتی نظریات کے بہانے پوری ملت اسلامیہ کو یوں کوستے ہیں جیسے ہماری تمام تر اچھائیوں کا سرا صرف ہمارے ماضی سے ملتا ہو اور برائیوں کا ہر ٹھیکرا موجودہ مسلم معاشرے کے سر پھوٹتا ہو۔ ہمارا ماضی ایجادات و اکتشافات کے حوالے رہا جب کہ ہمارا حال صرف گوشت خوری اور مے نوشی میں مست ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ایک نہایت سنہری تاریخ رکھنے والی قوم زمین ہند پر گردش دوراں کی کچھ ایسی شکار ہوئی کہ وہ کردار و عمل اور علم و ہنر سب میں پیچھے ہوتی چلی گئی اور اس میں پس ماندگی کی وہ تمام نشانیاں پائی جانے لگیں جو کسی بھی مفلوک الحال قوم کا مقدر ہوتی ہیں لیکن ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ سکے کا ایک رخ ہے۔

اسی سکے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اسلامیان ہند نے بنا کسی سیاسی، فکری اور ملکی پشت پناہی کے تقسیم ہند جیسے جانکاہ حادثے کی ٹوٹ پھوٹ کے باوجود اپنے آپ کو محض اپنے بل بوتے پر سنبھالا دیا، اپنا وجود بچائے رکھا، فسادات کے مسلسل تھپیڑوں کے باوجود اپنی گزر بسر کا سامان کیا اور اُسے اپنی صواب دید اور سہولیات کے مطابق جہاں جہاں موقع ملتا رہا، اپنے آپ کو ایڈ جسٹ کرتی رہی یعنی مسلمان اپنی پستی کے لئے بے شک ذمہ دار ہے لیکن اس میں بھی کوئی دو رائے نہیں کہ تقسیم اور اُس کے بعد کے مسلسل متعصب حالات کی وجہ سے مسلمانان ہند کو جس طرح کے دردناک مراحل سے گزرنا پڑا، تاریخ میں بہت کم قوموں کو اِس طرح کے آلام و مصائب کا سامنا ہوا۔ اس لئے محض انھیں کوسنا، یا تمام برائیوں کا ٹھیکرا اُن کے سر پھوڑ دینا گہرے شعور اور انصاف کی بات نہیں ہو سکتی۔ انھیں عبرت و نصیحت کے طور پر ماضی کا آئینہ ضرور دِکھایا جانا چاہیے لیکن ساتھ ہی ہر بار نئے آئیڈیاز دینے، حوصلہ افزائیاں کرنے اور امیدیں جگانے میں بھی کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے تاکہ عمومی طور پر معاشرے میں مایوسی نہیں، امید جگہ بنائے کیوں کہ اسلامی نقطہ نظر سے جیسے مایوسی کفر ہے، ویسے ہی شعوری یا غیر شعوری مایوسی قوم کو ذہنی غلام بنا دیتی ہے اور الحمد للہ ہماری قوم معمولی سی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے ساتھ بہت کچھ کرنے کا مزاج رکھتی ہے، ایسے میں اس کی قومی تربیت کے لئے مایوسی سے کئی گنا زیادہ امیدوں کی ضرورت ہے۔

(ب) میں نوٹ کر رہا ہوں کہ کچھ باشعور قلم کار مسلسل ایسی تحریریں لکھتے ہیں جن کا انجام قوم کو مایوسی میں دھکیلنا ہوتا ہے جیسے حالات کی کرم فرمائیاں، برادران وطن کا تعصب، انتظامیہ کا جانب دارانہ رویہ، عدلیہ کا سوتیلا سلوک، عالم اسلام کی تعیش پسندی اور عام ملت اسلامیہ کی حد سے بڑھی ہوئی بے حسی۔

درج بالا حقائق میں سے کوئی پوائنٹ ایسا نہیں جس کا انکار کیا جا سکے یا جسے نظر انداز کیا جا سکے یا لکھنے والوں کی نیک نیتی میں شبہ کیا جا سکے لیکن اسی بیانیے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی ملحوظ رکھتے ہوئے چلنا چاہیے کہ ۲۰۱۴ء کے بعد جیسے باہمی نفرتوں کو فروغ ملا ہے، ویسے ہی ملت میں فطری بیداری کی مہم بھی چھڑی ہے۔ تعلیمی رجحان، بھائی چارگی اور اپنے

پاؤں پر کھڑے ہونے کی فکر بڑھی ہے۔ ظاہر ہے کہ قومی سطح پر اس طرح کے نتائج ظاہر ہونے کے لئے بجائے خود ایک لمبی مدت درکار ہوتی ہے لیکن آئندہ ۱۵ سالوں میں جب بھی ان حالات کا نتیجہ برآمد ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ، بہت خوش آئند ہوگا۔ مسلم معاشرے کی وہ نئی نسل جو یو پی ایس سی امتحان کا نام تک نہیں جانتی تھی، اب بہت سی زبانوں پر اُس کی تیاری کے چرچے ملتے ہیں، بھلے وہ اس سلسلے میں کوئی پیش رفت کر پائیں یا نہ کر پائیں لیکن یہاں تک سوچ پانا بہر حال مثبت ہے۔

(ج۔د) گزشتہ سالوں میں جیسے زمین ہند کے باشندوں میں اسلام کو لے کر تنفر کی فضا قائم ہوئی ہے، ویسے ہی عرب جگت میں بھی یہ ایک عمومی ہوا چلی ہوئی ہے کہ وہ اب ہند نژاد لوگوں کو بوجہ اسلام و کفر نوکریاں دینا پسند کر رہے ہیں یعنی نظام قدرت کے مطابق نفرتی کیڑوں کو لینے کے دینے پڑ رہے ہیں اور ہمارے یہاں کی جی ڈی پی کا بہت بڑا حصہ جو، این آر آئی سے درآمد پر موقوف ہوتا ہے، اس میں لازماً کمی واقع ہو رہی ہے۔ یعنی ملک کو اس نفرتی ماحول کا خمیازہ مالی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے جبکہ عالمی سطح پر جمہوریت کی بدنامی اس سے الگ ہے۔

یہ وہ ڈپلومیٹک نکتہ ہے جسے ایک سادہ اور مظلوم انسان نہیں سمجھ سکتا لیکن بہر حال یہ مایوسیوں کا ایک حد تک کفارہ تو ہے۔

حالیہ دنوں ریاست کرناٹک سے اٹھے حجاب ایشو کو لے کر جو نیا تنازعہ کھڑا ہوا، اس کے بعد نہ صرف عالمی میڈیا میں ہندی مسلمانوں کی مظلومیت کا مسلسل راگ الاپا گیا بلکہ عرب دنیا کی عوام نے بھی بہت بڑی تعداد میں شد و مد کے ساتھ مشرکین ہند کی نفرت انگیزیوں پر چوٹ کی اور ایک طرف جہاں دوبئی کی شہزادی ہیند بنت فیصل القاسمی نے اسلاموفوبیا کو لے کر مستعدی دِکھاتے ہوئے سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مواد پھیلانے والے نیٹیزنس کا پتہ لگانے کے لئے ''انجیلس آف مرسی'' تشکیل دیا ہے تاکہ جہاں کہیں بھی متحدہ عرب امارات میں اسلام فوبیز ملیں، انھیں پکڑ کر ملک بدر کر دیا جائے، وہیں وہ اس بابت بیک وقت زبانی اور قلمی لڑائی لڑتے ہوئے مسلسل ٹیوٹ بھی کرتی رہتی ہیں۔

یو اے ای کی اس شہزادی کے اس جذبے کو محض ایک جذباتی لڑکی کا جوش نہ سمجھا جائے بلکہ دراصل یہ ایک تحریک ہے، جو غیر متوقع طور پر دوبئی کی انٹرنیشنل منڈی سے اٹھی ہے اور عرب جگت کے تمام راج گھرانوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ شاید اسی تحریک کا اثر ہے کہ عالم عرب میں ہندی مسلمانوں کو لے کر فکر مندی کی ایک لہر چلی ہوئی ہے۔

اس کا تازہ ثبوت کچھ دنوں پہلے اس وقت ملا جب کویت میں انڈیا کی نفرت انگیزیوں کے خلاف نیشنل سطح کا کامیاب ہیش ٹیگ چلا وہاں کے ۲۲ ارکان اسمبلی نے اتفاق رائے کے ساتھ حجاب کی بابت انڈیا کے رویے کی مذمت کی اور اپنی حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ کسی بھی بھاجپا رہنما کے کویت میں داخلے پر پابندی عائد کرے۔

عربوں کے اندر غیرت مندی اس بات کا اشارہ ہے کہ ہماری مظلومیت رنگ لا رہی ہے اور ہمارے صبر کو جہاں عالمی پیمانے پر سراہا جا رہا ہے، وہیں نفرت انگیز سیاست کی بھرپور حوصلہ شکنی بھی ہو رہی ہے کیوں کہ عرب دنیا کی عوام کا یہ غیر معمولی ذہنی اور فکری اشتعال وہاں کے بڑے حکمرانوں کی خاموش پشت پناہی کے بنا ممکن نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ حکمراں براہ راست ہند سے اپنے تعلقات میں کشیدگی نہ چاہتے ہوں لیکن انھوں نے اپنی عوام کو مذہبی طور پر جواب آں غزل کا خاموش اشارہ دے رکھا ہو۔ نظام قدرت ہے کہ جیسی کاشت کی جاتی ہے، ویسا ہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ ہر نفرت انگیز ایکشن کا، فطری ری ایکشن یہی ہوتا ہے، جو بخوبی ہو رہا ہے۔

(ھ) عرب دنیا کے علاوہ دنیا کی سپر پاور طاقت امریکہ میں جب سے جو بائڈن کی حکومت آئی ہے، وہ ذہنی اور فکری طور پر مودی حکومت کے خلاف ہے اور امریکی حکمرانوں کا طریقہ رہا ہے کہ وہ نہ صرف اپنا انتقام لیتے ہیں بلکہ اپنے مخالف حکمرانوں کو آہستہ آہستہ ذلیل بھی کرتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک پر امریکہ کا غیر معمولی دباؤ ہے اور امریکہ بھارت میں جمہوری اقدار کی پامالی کو لے کر بہت سنجیدگی کا مظاہرہ کر رہا ہے، جسے کوئی بھی دانش ور انسان دور سے محسوس کر سکتا ہے۔

اِن دونوں دعووں کی تازہ دلیل وزیر اعظم ہند کا تازہ امریکی دورہ ہے، جس میں خود جو بائڈن نے نہ صرف یہ کہ نریندر مودی سے ملاقات نہیں کی بلکہ اپنی مشیر کو ملاقات کے لئے بھیجا بھی تو اس میسیج کے ساتھ کہ بھارت میں جمہوری اقدار کو تحفظ فراہم کیا جانا چاہیے۔ ڈپلومیسی کی دنیا میں یہ میسیج بہت سی اَن کہی داستانوں پر بھاری ہے۔

(و) جمہوری اقدار کی پامالی ظاہر میں ایک ظالمانہ اقدام ہے لیکن اس کے پس پشت ایک زمینی سچائی یہ ہے کہ افسر شاہی کبھی بھی سیاست کی غلام بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ ہاں! سیاست بہر حال افسر شاہی کی مجبوری ہوتی ہے لیکن جب جب سیاسی اقتدار افسر شاہی کا استحصال کرتا ہے اور

اسے سنجیدگی یا اُس کے معیار اور اصولوں کے خلاف کچھ کرنے پر مجبور کرتا ہے تو ذہنی اور فکری طور پر افسر شاہی ایسے سیاسی نظریات کے شدید خلاف اور درپے آزار ہو جاتی ہے اور جب بھی اسے آزادانہ موقع ملتا ہے تو انتقام لیے بنا نہیں رہتی۔ دو بڑی طاقتوں کے بیچ عوامی سطح پر نہ نظر آنے والی یہ وہ خاموش نظریاتی جنگ ہوتی ہے، جس میں جان بھی ہتھیلیوں پر ہوتی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

موجودہ اقتدار کا مائنس پوائنٹ یہ ہے کہ اس نے افسر شاہی کا خوب استحصال کیا ہے اور بہت ممکن ہے کہ موقع ملتے ہی یہ افسر شاہی، اس کا بھرپور انتقام لے، جس کا انتظار کیا جانا چاہیے۔

(ز) بھاجپا وہ کم عقل سیاسی پارٹی ہے، جو صرف قومی منافرت، نیشنل ازم اور اسلاموفوبیا کی سیاست جانتی ہے اور یہ عالمی سیاسی منڈیوں میں آزمودہ وہ سیاسی افیون ہے، جس کے نشے کا ایک دو بار تو تجربہ کیا جا سکتا ہے لیکن طویل المدت مقاصد کے لئے یہ ہتھکنڈہ کبھی کارآمد نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی منافرتیں جب جب عروج پر پہنچتی ہیں، دم توڑ دیتی ہیں اور ایک بار پھر ملک ترقیاتی منصوبوں اور گرانی ارزانی جیسے اصل مسائل کی طرف توجہ مرکوز کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور جس دن یہ ارتکاز بڑھ جاتا ہے، مدتوں کی نفرتی کاشت کو کھائی ہوئی کھیتی بنا کر رکھ دیتا ہے۔ چوں کہ بی جے پی دو بار اقتدار حاصل کرنے کے لئے یہ تجربہ کر چکی ہے، اس لئے اب نفرتوں کی سوداگری کی بہت زیادہ زندگی نہیں بچی۔

(ح) ہر میدانی مقابلے کی طرح نفرت کی سیاست اور اقتدار کی ہوس بھی اندرون خانہ، تقسیم در تقسیم کا شکار ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں اس کی باریک مثال بھاجپا، آر ایس ایس اور ہندو یوا واہنی کی اندرونی سیاست ہے جس کے کرداروں کی شکل میں بھاگوت، نریندر مودی اور یوگی آدتیہ ناتھ کی باہمی رنجشیں ہیں۔

امید کی جا سکتی ہے کہ ملک بھر کے مسلمان ایک گونہ اتحاد کے ساتھ بھی جو نہ کر سکے، وہ سب کچھ ہوس اقتدار باہم کروا لے۔

(ط) بھاجپائی نفرت انگیز سیاست کی حماقت یہ ہے کہ وہ نفرت میں تفریق کرنا نہیں جانتی اور یہ احمق بھکتوں کی وہ نادان دوستی ہے جو جی کا جنجال بن کر رہے گی۔ مسلم فلمی ستاروں، سیاست دانوں، سیکولر مزاجوں، آزاد خیالوں، عالی گھرانوں کے وہ نامچیں لوگ مسلمانوں کی ہزار کوششوں سے بھی اسلام دوست بننے والے نہیں تھے، بھاجپائی بھیڑیوں نے موقع موقع پر انھیں بھی اتنا ٹرول کر دیا ہے کہ ان کے اسلامی رجحان میں غیر معمولی اضافہ محسوس کیا جا رہا ہے۔

(ک) ہمیں اپنے ذہنوں سے مرعوبیت نکال دینی چاہیے۔ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد کے مکارانہ نظم و نسق اور آر ایس ایس کے کامیاب تنظیمی ڈھانچے کو حد سے زیادہ بڑھا کر پیش کرنا، یا اُن کے لفظوں میں خدائی قوت جیسا گردانا ذہنی مرعوبیت، اپنے اوپر اعتماد و یقین کی کمی اور ایمانی کمزوری کی نشانی ہے۔

اِن باتوں کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ہم دشمن کی چالوں کو ہلکے میں لے لیں لیکن کسی نظریے سے متعلق یہ اعتدال ضرور قائم رکھا جانا چاہیے کہ جس چیز کی جو حیثیت ہو، اسے وہی دی جائے، جو جتنا طاقت ور ہے، اسے اتنا ہی طاقت ور شمار کیا جائے اور اپنی قوت ارادی پر بھرپور بھروسہ رکھا جائے تاکہ صحیح نتیجے پر پہنچا جا سکے کیوں کہ یہ نظام قدرت ہے، اللہ کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق چلتا ہے اور الٰہی اصولوں میں کم زور سے کم زور انسان کی بھی مخلصانہ کوششوں کا بھرپور دخل ہے ویسے ہی جیسے اِس اعتقاد و یقین کا دخل ہے کہ مادی ترقیاں اور طاغوتی قوتیں چاہے جہاں پہنچ جائیں، بہر حال سپر پاور اللہ ہی کی طاقت ہوتی ہے اور وہی سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

(ل) جیسے ہمیں دوسروں سے جلد مرعوب نہیں ہونا چاہیے، ویسے ہی اپنے یا اپنوں کے قابل قدر کاموں کو کبھی ہلکے میں نہیں آنکنا چاہیے۔ یہ منفی مزاج ہے۔ ہر وقت مایوس رہنا، یا مایوسی کی باتیں کرنا، یا اپنوں کو کوستے رہنا پست ہمتی کی دلیل ہے۔ ہم نے بے سروسامانی کے عالم میں گرتے پڑتے جتنا کچھ کیا ہے، اگر وہ اطمینان بخش نہیں تو کچھ ایسا صفر بھی نہیں کہ اُسے گردانا نہ جا سکے۔

اہل نظر محسوس کر سکتے ہیں کہ درج بالا حقائق صرف طفل تسلیاں نہیں بلکہ اپنے آپ میں مضبوط بنیادی نفسیاتی نکتے ہیں، جن پر توجہ مرکوز کرنا اور اپنے حصے کی شمع جلاتے جانا ہی در اصل ملت اسلامیہ کے دکھوں کا مداوا ہے، ورنہ عمل کی بجائے ردعمل پر نظر رکھنا، حالات کا رونا رونا اور اپنی لکیر بڑی کرنے کی بجائے دشمنوں کی دشمنی کی شکایتیں کرتے رہنے کا کام تو پورا معاشرہ کر رہا ہے۔ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی۔

☆☆☆

☆ چیئرمین تحریک علمائے ہند، جے پور، راجستھان 9828049081

ہمارا بھارت

مسئلہ حجاب ہے یا کچھ اور؟

غلام مصطفیٰ نعیمی★

کرناٹک کے شہر اُڈوپی سے اٹھا حجاب تنازعہ اِن دنوں پورے ملک میں چھایا ہوا ہے۔ ہائی کورٹ میں شنوائی پوری ہوچکی ہے اور کبھی بھی فیصلہ سنایا جاسکتا ہے۔ اس تنازعے کے دوران بہت کچھ ایسا بھی دیکھنے کو ملا جس کی شاید بہت سے لوگوں کو امید نہیں رہی ہوگی لیکن ہمیں اندازہ تھا کہ ہندتوا کی نئی تجربہ گاہ بنی ریاست کرناٹکا میں یہ معاملہ آسانی سے حل نہیں ہوگا بلکہ اسے ملکی سطح کا ایشو بنایا جائے گا۔ جیسا اندازہ تھا ویسا ہی ہوا، کرناٹک حکومت، سنگھی میڈیا اور متعصب برادران وطن کی کرم فرمائیوں سے یہ معاملہ اب حجاب سے آگے بڑھ چکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہائی کورٹ کیا فیصلہ سناتا ہے؟

مسئلہ صرف حجاب کا نہیں! آج بھلے ہی اسکول یونیفارم کے نام پر حجاب اور برقع پہننے سے روکا جارہا ہے لیکن بات صرف اسکول کیمپس یا کلاس روم ہی کی نہیں بلکہ اس سے کہیں آگے اس نظریے کی ہے جو، ہر ایسی چیز کی مخالفت کرتا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا شعار و پہچان مانی جاتی ہے۔ زیادہ دن نہیں گزرے جب فلم انڈسٹری سے تعلق رکھنے والی دو مسلم اداکاراؤں، ثنا خان اور زائرہ وسیم نے شوبز کی گناہوں سے بھری دنیا کو خیر آباد کہا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہوئے اسلامی کردار اپنالیا اور بے حیائی کی دنیا چھوڑ کر حیا وشرم کی چادر سے خود کو محفوظ کرلیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کے فیصلے کا احترام کیا جاتا مگر فلم انڈسٹری، متعصب میڈیا اور تنگ نظر لبرلوں نے زائرہ اور ثنا کی آڑ میں اسلام اور علمائے اسلام پر نشانہ سادھنا شروع کردیا۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ جو لوگ Demaand of script کے نام پر اداکاراؤں کو برہنہ ہونے پر مجبور کرتے ہیں، اجنبی مردوں کے ساتھ intimate scene کراتے ہیں وہی بے حیا لوگ اپنی مرضی سے پہنے گئے مہذب لباس پر اعتراض کررہے تھے۔ ایک طرف یہی لوگ Right to privacy کے نام پر لڑکیوں کو ماڈل، ایئر ہوسٹس اور اداکارہ بنا کر ان کے جسم کو نمائش کا ذریعہ بناتے ہیں لیکن جیسے ہی کوئی اس بدنام زمانہ کام کو چھوڑ کر عزت دارانہ زندگی جینے کا فیصلہ کرتا ہے تو فوراً ہی لبرل گینگ اس کے خلاف مورچہ کھول دیتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہ گینگ اسی وقت سرگرم ہوتا ہے جب کوئی اداکار/اداکارہ اسلام کے دامن میں پناہ لے، اگر کوئی ہندو دھرم کا چولہ پہن لے تو یہ اسے بڑی عزت واحترام سے یاد کرتے ہیں۔ تاریخ میں ایسے کئی اداکار/اداکارائیں گزری ہیں جنہوں نے شوبز کی دنیا چھوڑ کر سادھوواد اختیار کیا تو لبرل گینگ اُسے ان کی روحانیت قرار دیتا ہے لیکن اسلام اپنانے کی صورت میں یہی چیز دقیانوسیت قرار دی جاتی ہے۔

موجودہ تنازع اور اعتراضات: یہ تنازع اڈوپی شہر کے ایم جی ایم کالج سے شروع ہوا جہاں کچھ مسلم بچیوں نے نہایت سلیقہ مندی کے ساتھ پرنسپل سے مل کر کلاس روم میں حجاب پہننے کی اجازت مانگی۔ پرنسپل صاحب نے واضح طور پر انکار تو نہیں کیا لیکن پہننے کی اجازت بھی نہیں دی، جب بچیوں نے مطالبہ دہرایا تو کالج انتظامیہ نے باقاعدہ حجاب پر پابندی عائد کردی گئی۔ زبانی پابندی پر تسلی نہیں ہوئی اور باحجاب بچیوں کو اسکول آنے اور کلاس روم اٹینڈ کرنے سے روک دیا گیا۔ شروع میں بچیوں کے والدین نے مفاہمت کے لئے کالج انتظامیہ سے بات چیت کی اور انہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کالج انتظامیہ نے کسی بھی طرح کی چھوٹ دینے سے صاف انکار کردیا۔ عاجز آکر اُن بچیوں کے والدین نے ہائی کورٹ میں عرضی لگا کر حجاب پہننے کی اجازت مانگی۔ ہائی کورٹ نے اس معاملے کو تین ججوں کی بڑی بینچ کو ریفر کردیا جہاں شنوائی مکمل ہوچکی ہے اور اب فیصلے کا انتظار ہے۔

اس درمیان میڈیا کی جانب دارانہ رپورٹنگ اور حکمراں بی جے پی کے اشتعال انگیز بیانات نے اسے فرقہ وارانہ ایشو بنادیا۔ جیسے ہی یہ مدعا سرخیوں میں آیا تو فرقہ پرستوں کے ساتھ ساتھ لبرل گینگ بھی میدان میں اتر آیا۔ اب حجاب پر کچھ اس طرح کے اعتراض کیے جارہے ہیں:

(۱) من چاہے لباس کا مطالبہ اسکول یونیفارم کی خلاف ورزی ہے۔

(۲) حجاب خالص مذہبی لباس ہے اس سے مذہبی کشاکش بڑھے گی۔ (۳) حجاب کا مطالبہ اسکول انتظامیہ کے اختیارات میں دخل اندازی ہے۔(۴) حجاب کی آڑ میں مسلم تہذیب کو مسلط کرنا ہے۔

حجاب اور دستور ہند: حجاب اور پردہ خالص اسلامی احکام میں سے ہیں۔سورہ نور کی آیت ۳۱ ؍اور ۶۰ جبکہ سورہ احزاب کی آیت ۵۳، اور ۵۹ میں احکام پردہ نازل ہوئے ہیں۔جن کی رو سے ایک مسلمان خاتون کو اجنبی مردوں کے سامنے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس لحاظ سے پردہ وحجاب ہمارے لئے قرآنی ہدایات میں سے ہے جس پر عمل کرنا ہمارے لئے لازم وضروری ہے۔مسلمانوں کو اس سے روکنا ان کا شرعی حق پامال کرنا ہے۔اگر دستور ہند کی روشنی میں دیکھا جائے تو دستور کی دو دفعات بھی مسلم خواتین کو حجاب و پردے کا حق دیتی ہیں،ان میں سے ایک ہے:

Right to privacy۔دوسرا ہے:Right to Religion

دونوں حقوق دستور ہند کی دفعہ ۱۴، اور دفعہ ۲۵(۱) کے تحت ہر ہندوستانی کو حاصل ہیں۔ایسے میں یہ سوال پوری شدت سے اٹھایا جانا چاہیے کہ بنیادی حق ہوتے ہوئے بھی کسی تعلیمی ادارے کو یہ اختیار کس نے دیا کہ وہ یونیفارم کے نام پر کسی سے اس کی پرائیویسی اور مذہبی آزادی کے خلاف لباس پہننے پر مجبور کرسکے۔ممتاز قانون داں پروفیسر فیضان مصطفیٰ کہتے ہیں’’اسکول کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا کوئی ڈریس کوڈ طے کرے لیکن اسے طے کرنے میں وہ کسی کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے۔‘‘

حالیہ تنازع میں حکومت وانتظامیہ نے دوطرفہ ناانصافی سے کام لیا ہے،ایک طرف مسلمانوں کے مذہبی حقوق میں دخل اندازی کی ہے تو دوسری طرف دستور ہند سے ملی ہوئی آزادی کو بھی چھیننے کی کوشش کی گئی ہے۔رہا دوسرا اعتراض کہ حجاب وبرقع سے مذہبی کشاکش بڑھے گی، یہ اعتراض سن کر ہنسی آتی ہے کہ یہ اعتراض وہ لوگ کررہے ہیں جنھوں نے پورے ایجوکیشن سسٹم کو اپنے مذہبی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔تعلیم شروع ہونے سے پہلے سرسوتی دیوی کی پرارتھنا، ہندو بچے؍بچیوں کا تِلک اور بندی لگانا۔سکھ بچوں کا پگڑی پہننا،مختلف تقریبات میں ہندو مذاہب کے دیوی دیوتاؤں کے پروگرام کرانا، ان کے سوانگ پر مشتمل ناٹک کرانا، بچوں کو رام، بھیم، ہنومان وغیرہ بنانا۔ہولی، دیوالی وغیرہ کو سیلی بریٹ کرنا، کسی کلاس وغیرہ کے افتتاح پر ناریل پھوڑنا، ہندوانہ منتر پڑھنا وغیرہ عام اور رائج ہیں۔کیا یہ سارے امور کسی مذہب خاص کی نشانی اور پہچان نہیں ہیں؟

مسلمانوں نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ کسی ایک کمیونٹی کے مذہبی امور اسکول میں کس لئے کیے جاتے ہیں لیکن مسلمان بچیوں نے صرف اپنے لئے حجاب کا مطالبہ کردیا تو آج سب کو مذہبی کشاکش کا ڈر ستا رہا ہے۔بقیہ دو اعتراضات بھی لایعنی ہیں، جب اسکول انتظامیہ کو کسی کے fundamental Rights کے خلاف ورزی کا حق ہی نہیں ہے تو اپنے حقوق کا مطالبہ اسکول انتظامیہ کے اختیارات میں دخل اندازی کس طرح مانا جاسکتا ہے؟

چوتھے اعتراض کا جواب بھی دوسرے اعتراض کے جواب میں پوشیدہ ہے کہ حقیقتاً تعلیمی نظام پر ہندو سماج کے رسم ورواج کا غلبہ ہے، کسی مسلم بچی کا حجاب یا مسلم لڑکے کا ٹوپی پہننا ان کا ذاتی عمل ہے کسی غیر مسلم لڑکے؍لڑکی پر اُسے تھوپا نہیں جارہا ہے کہ مسلم تہذیب مسلط کرنے کا الزام لگایا جاسکے۔

حکومت کی بدنیتی: پچھلے کچھ وقت سے کرناٹک ہندتوا کی نئی تجربہ گاہ بنتا جارہا ہے۔ایک زمانے میں کرناٹک کی پہچان یہاں کی تعلیم اور تعلیمی اداروں سے ہوا کرتی تھی لیکن جب سے بی جے پی کو سیاسی عروج ملا تب سے اس ریاست میں فرقہ واریت کا زہر بڑھتا جارہا ہے۔حالیہ تنازع بھی اسی فرقہ واریت کا ایک نمونہ ہے۔کہنے کو یہ معاملہ مسلم بچیوں اور کالج انتظامیہ کے درمیان تھا،غیر مسلم طلبہ اور سیاسی پارٹیوں سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں تھا لیکن یہیں پر حکومت کی بدنیتی ظاہر ہوتی ہے،اس کے ایک وزیر نے مطالبہ حجاب کو طالبان سے جوڑ کر فرقہ واریت پھیلانے کی کوشش کی اور حجاب کے جواب میں ہندو طلبا کے بھگوا گمچھا؍شال پہننے کی دھمکی دی۔اس دھمکی کے اگلے ہی دن ہندو لڑکے لڑکیوں نے بھگوا شال پہننا اور بھڑکاؤ نعرے بازی کرنا شروع کردیا۔سوشل میڈیا پر ایسے کئی ویڈیو وائرل ہوئے جہاں فرقہ پرست تنظیموں کے کارکنان بھگوا شالوں کا پیکٹ لے کر کالج پہنچے اور ہندو طلبا میں یہ گمچھے تقسیم کیے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بچے اور ان کے والدین اس معاملے کیوں ٹانگ اڑا رہے ہیں؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہندو دھرم میں بھگوا گمچھا؍شال

پہننے کا رواج نہیں، اس لئے محض مسلمانوں کی نفرت میں یہ سب کرنا صرف اور صرف اپنی مسلم دشمنی کا اظہار ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہمیں ہندو بچوں کے بھگوا گمچھے اور شال پہننے سے کوئی دقت نہیں، ضد میں ہی سہی کم از کم ان لڑکیوں کے کندھوں پر چھوٹا موٹا حجاب آ ہی گیا۔ اگر وہ یہ لباس پہننا چاہیں تو شوق سے پہنیں، کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں۔ دقت ہندو بچوں کے اُس رویے سے ہے جو انہوں نے مانڈیا کالج میں دکھایا جب مسکان نامی برقع پوش مسلم لڑکی کو تنہا دیکھ کر اُسے گھیر لیا گیا اور چڑھانے کے لئے جے شری رام کے نعرے لگائے۔ شرپسندوں کے اس جھنڈ نے مسکان کو ڈرانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس باہمت لڑکی نے ان غنڈوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کی غنڈئی کے جواب میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے اپنے آہنی ارادوں اور مومنانہ غیرت کا مظاہرہ کیا۔

ملک کا ہر امن پسند شہری یہ ویڈیو مناظر دیکھے اور بتائے کہ کیا کسی اکیلی لڑکی کو دیکھ کر بے ہنگم نعرے بازی کرنا کیسا دھرم اور کون سی تہذیب ہے؟

فرقہ پرست تنظیمیں جس تہذیب کی دہائی دیتی ہیں کیا یہی وہ تہذیب ہے؟ اس معاملے کا سب سے افسوس ناک پہلو حکومت کی مجرمانہ چشم پوشی رہی، اس نے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی کسی شرپسند پر کوئی کارروائی نہیں کی۔ حکومت اور اس کی حلیف تنظیمیں اپنے مفسدانہ ایجنڈہ کے ئے اسکول کالج کے لڑکے اور لڑکیوں کو استعمال کر رہی ہیں جس کا نتیجہ ان بچوں کی تعلیمی بربادی کی صورت میں آئے گا۔ اس لئے ان بچوں کے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو شرپسندوں کا آلہ کار بننے سے روکیں ورنہ ان بچوں کی تعلیم بھی برباد ہوگی اور مستقبل بھی! عوامی جذبات کا استعمال کرنے والے لیڈر کبھی اپنے بچوں کو ایسے مواقع پر سامنے نہیں لاتے۔ ہمیشہ غریب، دبے کچلے اور جذباتی لوگوں کا استعمال کیا جاتا ہے اور کام نکلنے کے بعد بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے۔

کورٹ کا ممکنہ فیصلہ اور اس کے نتائج: پہلے پہل یہ معاملہ ہائی کورٹ گیا تھا جہاں اسے تین ججوں کی بڑی بینچ کو ریفر کر دیا گیا۔ تینوں ججوں نے گیارہ دن تک فریقین کے دلائل سنے۔ دوران شنوائی حکومت کی نیت کا کھوٹ اور اس کی منشا اُس وقت ظاہر ہوگئی جب چیف جسٹس نے حکومت کے وکیل سے یہ پوچھا کہ اگر کالج انتظامیہ لڑکیوں کو حجاب پہننے کی اجازت دے دیتی ہے تو حکومت کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟ اس پر حکومت کی پیروی کر رہے ایڈووکیٹ جنرل نے جواب دیا کہ یہ وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔

یعنی حکومت کی نیت اس معاملے میں صاف نہیں۔ وہ اس معاملے میں کالج انتظامیہ کی آڑ میں چھپ رہی ہے ورنہ حجاب کے مسئلے پر خود حکومت کی منشا اچھی نہیں۔ حکومت کی نیت کا فساد تو اُس وقت بھی ظاہر ہو گیا تھا جب ایک عبوری حکم کی آڑ لے کر مسلم استانیوں تک کو حجاب اتارنے پر مجبور کیا گیا۔ حکومت کا اقلیتی محکمہ تو اس قدر تیز نکلا کہ اس نے مسلم اداروں میں بھی حجاب پہننے پر پابندی کا سرکلر جاری کر کے اپنی مفاد پرستی کا کھلا ثبوت دیا۔

اب چونکہ سب کی نگاہیں کورٹ کے فیصلے پر سب کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں۔ کورٹ کا فیصلہ کچھ اس طرح ہو سکتا ہے:

☐ کالج انتظامیہ کا یونیفارم طے کرنے کا حق تسلیم کرتے ہوئے اسکول و کالج میں حجاب و برقع پر پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔

☐ مسلمانوں کے مذہبی حقوق اور دستور ہند سے ملی ہوئی آزادی تسلیم کرتے ہوئے حجاب کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

☐ یہ بھی ممکن ہے کہ درمیانی راستہ اختیار کرتے ہوئے کچھ شرائط کے ساتھ مخصوص دائرے میں حجاب کی اجازت دے دی جائے۔

بہر حال یہ سب ممکنہ پہلو ہیں، ہو سکتا ہے کہ ان سے الگ کوئی اور فیصلہ آ جائے۔ حالانکہ گذشتہ کچھ عرصہ سے جس طرح مسلم مسائل پر جانب دارانہ فیصلے آئے ہیں اس کی وجہ سے مسلمان شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔ اگر کورٹ کا فیصلہ بابری مسجد ہی کی طرح ہوا تو یہ مسلمانوں کے لئے حد درجہ مایوس کن اور افسوس ناک ہوگا۔

حالیہ تنازع میں اس بات کا خدشہ بھی بنا ہوا ہے کہ حجاب کے حق میں فیصلہ ہوا تو کیا حکومت و انتظامیہ ایمان داری کے ساتھ اس فیصلے کو نافذ بھی کریں گے یا نہیں؟ کیوں کہ ابھی تک حکومت کا رویہ معاندانہ ہی رہا ہے، اس لئے مسلم تنظیمیں آگے کی قانونی تیاری بھی ضرور کریں تا کہ موافق فیصلہ آنے کی صورت میں پر امن طریقے سے اس کا نفاذ ہو سکے۔

☆☆☆

☆ روشن مستقبل دہلی۔ 9717285505

بزم ادب

سید محمد اشرف کی شاعرانہ عظمت: ایک تحقیقی مطالعہ

عطاء الرحمٰن شیخ فضل الرحمٰن★

مشہور فکشن نگار سید محمد اشرف، بھارت کی بہت بڑی اور قدیم خانقاہ خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ کے چشم و چراغ ہیں جو علم و فضل میں یگانہ، روحانیت اور بزرگی میں عظیم الشان نجیب الطرفین ساداتِ زیدیہ کا مقدس مسکن ہے۔ گذشتہ کئی صدیوں سے ہدایت و ارشاد، تصنیف و تالیف، تزکیہ وطہارت اور اصلاحِ فکر و اعمال کے میدان میں اس خانقاہ کی نمایاں خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ یہاں کے تمام بزرگ ہمیشہ سے ملک، ادب اور قوم کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ آپ نے ایک ایسے خاندان میں آنکھ کھولی جس میں علم و فضل، روحانیت و بزرگی اور رُشد وہدایت پشتہا پشت سے بطور وراثت منتقل ہوتی آ رہی ہے۔

سید محمد اشرف کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ خانقاہ مارہرہ کے مشائخ قدیم دور سے لے کر دورِ حاضر تک صاحبانِ علم و قلم رہے ہیں۔ اگر اُن کے علمی کارناموں کی فہرست مرتب کی جائے تو ڈھائی سو سے زیادہ کتابیں اور رسالے مشائخ مارہرہ کے ہمارے سامنے ہوں گے۔ خانقاہِ برکات کی تصنیفات، نثری و شعری کاوشیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتی رہی ہیں۔ خانقاہ کے بزرگوں میں اعلیٰ پایہ کے شعرائے کرام بھی گذرے ہیں۔ ان بزرگوں نے مختلف زبانوں میں شاعری کے ذریعے اپنے افکار و خیالات، عقائد و نظریات اور باطنی کیفیات کو اُجاگر کیا ہے۔ سید السالکین مصنف سبع سنابل شریف میر عبدالواحد بلگرامی کے صاحب زادے حضرت سید میر عبدالجلیل چشتی بلگرامی (ولادت: ۹۲۷ھ/وصال: ۱۰۵۷ھ) پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے بلگرام سے ہجرت کر کے مارہرہ کو اپنا وطن بنایا۔ حضرت کے بعد چھوٹے صاحبزادے حضرت سید شاہ اویس بلگرامی قدس سرہ (وصال: ۱۰۹۷ھ) آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

حضرت سید اویس کے بڑے صاحب زادے سلطان العاشقین سیدنا حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ بیک وقت ظاہری اور باطنی علوم کے شناور، ادیب، مصنف، محقق، شاعر اور صاحب حال مرتاض بزرگ تھے۔ آپ بیک وقت ظاہری اور باطنی علوم وفنون کے محور و مرکز، ادیب، مصنف، محقق، شاعر، اور صاحب حال بزرگ تھے۔ عربی، فارسی، ہندی، اودھی زبانوں پر عالمانہ وفاضلانہ دسترس رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں رسالہ چہار انواع، رسالہ سوال وجواب، عوارف ہندی، دیوانِ عشقی، ترجیع بند، مثنوی ریاض العاشقین، پیم پرکاش، وصیت نامہ، بیاض باطن، بیاض ظاہر، رسالہ تکسیر وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ شاعری میں عشقیؔ اور پیمیؔ تخلص فرمایا کرتے۔ آپ کی علمی وادبی اور لسانی خدمات کا اعتراف مشہور ادیب ومورخ ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے اپنی کتاب ''مقدمہ تاریخ اردو زبان'' اور ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''تاریخ اردو ادب'' میں کیا ہے۔ صاحب البرکات کے مشہور زمانہ سلام کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

یاشفیع الوری سلام علیک	یانبی الھدی سلام علیک
خاتم الانبیاء سلام علیک	سید الاصفیاء سلام علیک
جئت یا مصطفی سلام علیک	لک اھلی فدا سلام علیک
احمد لیس مثلک احد	مرحبا مرحبا سلام علیک
مھبط الوحی منزل القرآن	صاحب الاھتداء سلام علیک
ھذا قول غلامک العشقی	منہ یا مصطفی سلام علیک

حضرت صاحب عالم قدس سرہ کو مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ اپنا پیرومرشد کہہ کر مخاطب کرتے۔ مولانا احسنؔ مارہروی اعلیٰ پائے کے عالم، ادیب اور اُستاد شاعر تھے۔ ''تاریخ نثر اُردو'' اور ''انشائے داغ'' ان کی نثری نگارشات کے نام ہیں۔ سید محمد اشرف کے دادا حضرت سید شاہ آل عبا قادری ادب، ریڈیو، صحافت اور انشائیے میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کا قلمی نام ''آوارہؔ'' تھا۔ سید محمد اشرف کا ننھیال اور ددھیال صدیوں سے ادیبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ ان کے ددھیال میں سید برکت اللہ عشقیؔ، سید آل احمد، سید حمزہ عینیؔ، سید ابوالحسین احمد نوری نورؔ، سید اسمٰعیل حسن وقارؔ، سید اولاد رسول فقیرؔ، سید آل عبا المعروف حضرت آوارہؔ، سید آل مصطفی، سید مارہروی، سید مصطفی حیدر حسن مارہروی، سید آل رسول نظمیؔ، ڈاکٹر سید محمد امین اور سید محمد افضل ہیں۔ آپ کے ننھیال میں ریاض

خیر آبادیؔ، سید رئیس احمد جعفری، سید محمد آفات نقوی اور سید ابوالحسن نظمیؔ جیسے ادیب وشاعر ہیں۔ سید محمد اشرف کے بقول:

''دادھیالی اجداد میں سید صاحب عالم بھی تھے جنھیں غالب نے بہت سے خط لکھے ہیں۔ غالب ان کو پیرو مرشد لکھ کر مخاطب کرتے تھے۔''
(''بادِ صبا کا انتظار'' از سید محمد اشرف کا تنقیدی جائزہ ،ص ۴، مقالہ نگار حافظہ شاہدہ جاوید، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، اگست ۲۰۱۸ء)

سید محمد اشرف کے والد محترم احسن العلماء سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں بھی صوفی بزرگ تھے۔ ادب سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا شعری مجموعہ ''دوائے دردِ دل'' کے نام سے مشہور ہے۔ سید محمد اشرف کی والدہ سیدہ محبوب فاطمہ اُردو اور فارسی زبان پر کامل دسترس رکھتی تھیں۔ اُردو زبان میں بہت عمدہ شعر کہا کرتی تھیں۔ سید محمد اشرف اپنی والدہ کے شعر مشاعروں میں پڑھا کرتے مگر افسوس ان کا کوئی شعری مجموعہ کتابی صورت میں موجود نہیں۔ والدہ محترمہ کے شعر وادب میں ذوق و شوق سے متعلق خود شرف ملت رقم طراز ہیں:

''والدہ مرحومہ کی علمی لیاقت اس قدر تھی کہ ہم بچوں کو بچپن میں اُردو لکھنے پڑھنے میں مدد کرتی تھیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں اشعار یاد تھے۔ انیس برس کی عمر میں بیاہ کر مارہرہ شریف آئی تھیں۔ یہاں کے خانقاہی اور علمی و ادبی ماحول نے ان کے علم وذوق پر اور جلا کی ہوگی۔ عرس نوری کا مشاعرہ زمانہ قدیم سے ہوتا آرہا ہے۔ بڑے بڑے شعرا نے اس مشاعرے میں شرکت کو باعث سعادت سمجھا ہے۔ جگرؔ مراد آبادی، علامہ ضیاء احمد بدایونی، حضرت احسنؔ مارہروی، جناب دلیرؔ مارہروی، ابر ارحسنی گنوری، نوشہ اکابری، شفا متھراوی، طیش مارہروی، صدیق مارہروی اور بڑی سرکار میں حضرت سید العلماء سید مارہروی اور حضرت احسن العلماء حسنؔ مارہروی اس مشاعرے میں شریک ہوتے تھے۔ میں دس گیارہ برس کا تھا اور مشاہدہ کرتا تھا کہ مشاعرے سے ایک رات پہلے جد محترم سید آل عبا صاحب، محترم بڑے ابا حضور سید العلماء اور والد محترم حضور احسن العلماء ایک جگہ جمع ہو کر اُن غزلوں اور منقبتوں پر بحث کر رہے ہیں جو اگلے دن پڑھی جانے والی ہیں۔ میری کچی پونی تھی۔ ان بزرگوں کے پاس مبہوت بیٹھا ہوتا تھا پھر مشاعرے کا دن آتا۔ خوب اچھا سجا ہوا پنڈال اور اس میں تخت لگا کر شہ نشین بنائی جاتی تھی۔ زرق برق لباس پہنے شعراء اپنا کلام سناتے۔ سب واہ واہ، مکرر ارشاد کے نعرے لگاتے تو بے ساختہ میرا دل چاہتا کہ میں بھی شاعر کی حیثیت سے مشاعرے میں شرکت کروں۔ والد محترم سے عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوسکی۔ امی سے کہا کہ میں بھی مشاعرے میں کچھ پڑھوں گا۔ امی مسکرائیں اور کہا۔ ہم لکھ کر دے دیں گے اور انھوں نے یہی کیا۔ مجھے یاد ہے کہ اس سال کا مصرع طرح تھا:

یہ اعجاز تجلّی ہے کہ پروانہ نہیں آتے

''میری'' غزل دیکھ کر بڑے ابا بہت خوش ہوئے حالانکہ حقیقت سمجھ چکے تھے۔ میرے عم محترم سید حسین میاں فرماتے ہیں کہ تمہاری والدہ اکثر منقبت کے دو تین اشعار کہہ کر تمہارے والد کی منقبت میں شامل کر دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس طرح ہم بھی عرس نوری میں شریک ہو گئے۔ بس وہیں سے میری ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ بعد کے زمانے میں میں خود ٹوٹے پھوٹے مصرعے جوڑنے لگا جن کی تصحیح بڑے ابا اور میرے ماموں جان کر دیتے تھے۔ دو تین برس بعد ہی میں اس مشاعرے کی نظامت کرنے لگا۔ ۱۱ برس لگا تار نظامت کی اور اب حضرت یحییٰ میاں صاحب کے کہنے پر پچھلے چھ برس (۲۰۱۱ء میں لکھا گیا جملہ) سے صدارت بھی کر رہا ہوں۔ ماں کی ممتا کے کتنے دور رس نتائج ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ مجھے شعر وادب کی دنیا میں لانے کا سہرا میری امی کے سر جاتا ہے۔''
(اہل سنت کی آواز ۲۰۱۱ء، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ، حصہ سوم، ص ۱۶۵)

مزید لکھتے ہیں ''امی کو شعر وادب سے بہت دلچسپی تھی۔ صورت حال سے متعلق شعر پڑھنے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔ اپنے وقت کی مشہور خواتین ادیبوں سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر اور واجدہ تبسم سے ان کے ذاتی مراسم تھے۔ واجدہ تبسم کی قدر وہ اس لئے کرتی تھیں کہ واجدہ تبسم نے اپنے شوہر کی بیماری کے بعد صرف قلم کے سہارے اپنے خاندان کی پرورش کی۔ واجدہ تبسم مرحومہ بھی امی کو والہانہ چاہتی تھیں اور والدہ کی دست بوسی کرتی تھیں۔

ایک دن علی گڑھ میں پروفیسر ثریا حسین صاحبہ کے گھر قرۃ العین حیدر نے امی سے باتوں باتوں میں کہا ''بھئی محبوبؔ! ہم ادیب و دیب تو ہیں لیکن ہمیں شعر وعر یاد نہیں ہوتے'' امی نے برجستہ کہا: عینی آپا! ہم ادیب و دیب تو نہیں ہیں لیکن ہمیں شعر وعر خوب یاد ہیں'' یہ برابر کا جملہ سن کر عینی آپا دیر تک ہنستی رہیں۔'' (اہل سنت کی آواز ۲۰۱۱ء، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ، حصہ سوم، ص ۱۶۵)

سید محمد اشرف نثر کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی نمایاں مقام رکھتے

ہیں۔نعت،منقبت،غزل،قطعات،رباعی وغیرہ اصناف پرآپ مسلسل طبع آزمائی فرماتے رہتے ہیں۔شعر جذبوں کے جمالیاتی اظہار کو وسیلہ ہے عہد حاضر میں نعت کے جمالیاتی اظہار پر قادر اور موضوع کے تقدس کا ادراک رکھنے والے اردو کے شعر کی تعداد خاصی طویل ہے۔ اس طویل فہرست میں اشرفؔ مارہروی کا نام کافی بلندی پر ہے۔

نعت نگاری فنکاری نہیں توفیق الٰہی سے سعادت مندی ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات جلوہ نما ہوتی ہے تو شاعر کے دل کی دنیا مہک اٹھتی ہے اور حریم دل میں کیف آگیں عشق کے چراغ فروزاں ہوجاتے ہیں۔نعت پیرہن نور بھی ہے اور ایمان کی سالمیت کا پیمانہ بھی، اس میں کمال ادب اور احتیاط ضروری ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے کتنے پتے کی بات کہی ہے ”نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔“ افراط و تفریط کی حد بندی نے اِس رہ گزر کو پل صراط بنا دیا ہے۔ جہاں بڑے بڑے کج کلاہانِ فکر وفن کے قدم لرزتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سید محمد اشرف اِس پل صراط پر بڑی خوش اسلوبی سے گزر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دنیائے شعر و سخن کو نعتوں اور منقبتوں کا ایک خوب صورت مجموعہ ”صلوا علیہ وآلہ“ کے نام سے ۲۰۰۴ء میں ہی دے دیا جسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ دل کش شعری مجموعہ ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں 1 ر حمد باری تعالیٰ، ۱۴ نعتیں، ۲۱ منقبتیں، ا سلام، ا سہرا اور ا ر رخصتی شامل ہے۔سید محمد اشرف کو شعر وادب کی دنیا میں لانے کا سہرا اُن کی والدہ ماجدہ کے سر جاتا ہے۔سید محمد اشرف نے نعت گوئی کا آغاز غالباً خاندانی ماحول کی برکت سے نوعمری ہی میں کر دیا تھا۔اپنے علمی وادبی سفر اور نعت ومنقبت نگاری سے متعلق راقم ہیں:

”مارہرہ مطہرہ میں اعراس کی مجلسیں، مشاعروں کی محفلیں، گرمیوں کی چاندنی رات میں صحن میں والد ماجد کا گریۂ نیم شبی اور اسی حالت میں اشعار پڑھنا،غرض یہ کہ بچپن اور لڑکپن میں ہی اپنی بساط بھر شعر وسخن کی دنیا سے مانوس ہوگیا۔دادا جان قبلہ، بڑے ابا حضور سید العلماء اور والد ماجد حضور احسن العلماء جب فن شعر کی باریکیوں پر گفتگو کرتے تو میں مبہوت بیٹھا ہوتا۔عرسِ نوری کے مشاعرے کی نظامت چودہ سال کی عمر میں میرے سپرد کی گئی۔ یہ خدمت سولہ برسوں تک مسلسل ادا کی۔شاہ حمزہ کی منقبت ”غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے“، اعلیٰ حضرت کا سلام ”مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ اور پیر و مرشد حضور تاج العلماء کی مسدس ”شوکت اسلام“ کے نورانی نغموں سے بچپن اور لڑکپن کی یادیں منور ہیں۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے آیا تو ابتدا سے ہی ادب کا ماحول ملا۔اساتذہ میں قاضی عبدالستار، معین احسن جذبیؔ، خورشید الاسلام، وحید اختر، شہریار اور ڈاکٹر امین اشرف اور طالب علموں میں شارق ادیب، فرحت احساسؔ، عبدالرحیم قدوائی، اسعد بدایونی، آشفتہ چنگیزی، مہتاب حیدر نقوی کا ساتھ رہا۔سیکڑوں شامیں ان ساتھیوں کے ساتھ سیاہ ہوئیں اور سیکڑوں راتیں تنہائی میں شعر کہنے میں سفید کیں۔لوگ ایک افسانہ نگار اور ناول نگار کی حیثیت سے جانتے رہے اور میں خاموشی سے نعتیں اور منقبتیں بھی لکھتا رہا۔“ (صلوا علیہ وآلہ، ص۹)

سید محمد اشرف کے یہاں ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی صداقت بھی ہے اور فراوانی بھی، شوکت الفاظ بھی ہے اور فکر کی بلندی بھی، معانی کی گہرائی بھی ہے اور لب ولہجہ کی دل آویزی بھی، مشکل زمینوں میں نت نئی تعبیروں کے ساتھ احتیاط و ادب کا دامن تھام کر وہ اِس ادائے دل نوازی کے ساتھ گزر جاتے ہیں کہ فن کا آئینہ بھی جگمگا اٹھتا ہے اور اہل ایمان کے قلوب بھی معطر ہوجاتے ہیں۔ بقول پیر طریقت سید محمد اکمل اجملی، سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل، الٰہ آباد:

”اشرفؔ کے یہاں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک اچھے شاعر میں ہونی چاہئیں۔ الفاظ کی نشست و برخاست، روزمرہ کے محاورات، علاقائی زبان کے الفاظ کے استعمال و جملہ قواعد کی پابندیاں، مختلف خارجی و داخلی محسوسات کی ترجمانی، نعتوں میں نرم و نازک الفاظ کا استعمال۔نظموں اور مناقب میں اس صنف کا پورا پورا طمطراق وجاہ جلال نظر آتا ہے جو، اشرفؔ کو موجودہ نعت نگاروں و نظم نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔“ (صلوا علیہ وآلہ، ص۲۵)

سید محمد اشرف کا شعری سفر صلوا علیہ وآلہ پر آکر رک نہیں گیا ہے بلکہ ان کی کارگاہِ فکر وخیال میں گاہے بگاہے نعت ومناقب، قصائد وسلام اور نظمیں ڈھلتی رہتی ہیں۔ان کی شاعرانہ خوبیاں بڑے خاصے کی چیز ہیں۔ ان کے یہاں موجود شعر وفنی محاسن نے انھیں معاصر نعت گو شعرا میں ایک ممتاز مقام عطا کر دیا ہے، بقول ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی:

”سید محمد اشرفؔ مارہروی کی فکر رسا نے کہیں کہیں بالکل اچھوتے، نرالے اور منفرد موضوعات اور مضامین کو پیش کیا ہے جو، اردو کی نعتیہ

شاعری میں یقیناً کسی گراں قدر اضافے سے کم نہیں۔ منفرد رعنا خیال سے آراستہ و مزین کچھ اشعار سید محمد اشرفؔ کے زرنگار قلم سے ایسے بھی نکلے ہیں کہ کم از کم مجھ ایسے نعت کے ادنیٰ شائق کی نظروں سے سید محمد اشرفؔ سے قبل کہیں بھی نظروں سے نہیں گزرے:

تراروضہ ہے مرے سامنے مگر اپنی شکل دکھاؤں کیا
میں یہ کس مقام پہ آ گیا کہ نہ ہجر ہے نہ وصال ہے
وہ خدا کے نور کو دیکھ کر بھی زمین والوں میں آ گئے
سرِ عرش جانا کمال تھا کہ وہاں سے آنا کمال ہے
تمنائے دلِ اشرفؔ بس اتنی ہے سر کوثر
جب آقا جامِ کوثر دیں، لبِ اقدس لگا کر دیں

سید محمد اشرفؔ مارہروی نعت گوئی کے جملہ لوازمات سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔ آپ کی نعت گوئی گوناگوں محاسن سے لبریز ہے۔ آپ نے اپنی نعتوں میں کم و بیش انہی موضوعات کو برتا ہے جو امامِ نعت گویاں رضاؔ بریلوی اور اُن کے اسلافِ کرام کی نعتوں میں جلوہ گر ہیں۔ آپ کے نعتیہ کلام کی زیریں رَو میں موضوعات کا گہرا تنوع ہے۔ فکر و فن اور جذبہ و تخیل میں ہمہ جہتی و ہمہ گیریت پنہاں ہے۔ آپ نے اپنی نعتوں میں جن موضوعات کو بڑی خوش اسلوبی سے برتا ہے اُن سے ان کی اہل سنت و جماعت کی شہرۂ آفاق خوش عقیدگی سے اُن کی گہری وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ سید محمد اشرف نے نثر کی طرح اپنی نظم میں بھی علامتوں اور استعاروں کا حسین و جمیل رچاؤ کیا ہے۔ جذبوں کی صداقت و طہارت، پاکیزہ خیالات، دل نشین تصورات، تصوف و معرفت کی حلاوت و گھلاوٹ، سلاست و روانی، سادہ لفظیات کی دل کشی، جزئیات نگاری، شعری حُسن و جمال، موسیقیت و نغمگی، مضمون آفرینی، صنائع لفظی و معنوی، پیکر تراشی، شگفتہ بیانی، ترکیب سازی اور دیگر فنی محاسن کی جو تہہ داریت کلام اشرف میں پنہاں ہے وہ انہیں اپنے معاصر نعت گو شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔'' (برقی مکتوب از: ڈاکٹر مشاہد رضوی؛ بنام: عطاء الرحمٰن نوری، مرقومہ ۱۱ ستمبر ۲۰۲۰ء بروز جمعہ)

سید محمد اشرف کی شعری حرکیت اور زود گوئی کی بات کی جائے تو اِس سلسلے میں عرض ہے کہ موصوف برے چاق و چوبند، حاضر دماغ اور زود نویس بھی ہیں۔ ۲۹ جنوری ۲۰۰۰ء کو حج ہاؤس، ممبئی میں ''جشن شارح بخاری'' کا اہتمام کیا گیا تھا، اس میں مصباحی اسکول کے عظیم شاعر و ماہر عروض ڈاکٹر فضل الرحمن شررؔ مصباحی صاحب نے اپنی منقبت پیش کی۔ جیسے ہی شررؔ صاحب نے مائک چھوڑا حضرت شرف ملت نے بروقت برجستہ ایک رباعی پیش کیا اور اہل علم و فن اور سخن وران عصر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا:

اے شعر و سخن کے قبلہ گاہی — یہ منقبت کہنے میں تری جاں کاہی
سب اہل سخن کہتے ہیں سبحان اللہ — اے ماہر عروض شررؔ مصباحی

بطور نمونہ سید محمد اشرف مارہروی کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

شرافت کا سخاوت کا شجاعت کا محبت کا
خزانہ ہے مرے سرکار کے گھر ساری دولت کا
جناب حضرت آدم سے اِس دم تک ذرا سوچو
نہیں ہے کون منت کش مرے آقا کی رحمت کا
تم نہ تھے تو یہ حیات ایک طویل رات تھی
وجہِ نشاطِ زندگی راحت جاں تم ہی تو ہو
حشر کی دھوپ، قیامت کا سماں، خوفِ خدا
مسکراتی ہوئی آ جائے گی رحمت ان کی
تم معرکہ دہر کی اک ایسی ادا ہو
یہ چرخ بھی سجدے کرے پر حق نہ ادا ہو
دریائے مہر جود کے آبِ رواں تم ہی تو ہو
دفتر کائنات کے سرِ نہاں تم ہی تو ہو
اے شہا! عیب پوشِ گناہ و خطا
خوفِ محشر سے بچنے کا اک راستا
دامن پاک میں چھپ کے دیں گے صدا
آج دامن تمہارا بہت ہے ہمیں

سید محمد اشرف مارہروی کے قلم نے اپنے بڑے بھائی سید محمد امین میاں کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر جو سہرا لکھا تھا وہ بالکل اچھوتا، نرالا، البیلا، منفرد اور جدید طرز کا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جو نظم کی ہیئت میں ہے اور وہ بھی آزاد نظم۔ اس میں بلا کی سلاست و روانی اور شگفتگی و تازگی ہے۔ پروفیسر سید محمد امین اشرف، علی گڑھ نے اس منفرد سہرے پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے:

''میری نظر سے اب تک ایسا خوب صورت سہرا نہیں گزرا۔ ن م راشد نظم کے ایک بڑے شاعر ہیں۔ فارسی آمیز تراکیبیں، تلمیحات کا استعمال اور فکر کی دبازت کے باوجود ن م راشد غنائیت، موسیقیت،

رعنائی، احساس کا دل کش و دل آویز نمونہ ہیں۔ زیر مطالعہ ’’سہرا‘‘ کی تازگی، دل کشی اور اس کا خوب صورت اتار چڑھاؤ، زیر و بم، اس کی موسیقیت اسے خشک ہونے سے بچالیتی ہے۔ آستانۂ عالیہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین پروفیسر سید محمد امین کے حسن و جمال کی طرح یہ ’’سہرا‘‘ بھی حسین وجمیل ہے۔‘‘ (صلوا علیہ وآلہ، ص ۱۹۔۱۸)

سہرے کی چند سطریں نشانِ خاطر فرمائیں:

افق نے اِس بار شوخیوں کی تمام پچھلی روایتوں کو
بڑے سلیقے سے اک نیا روپ دے دیا ہے:
ربیع الاول کا چاند چمکا — تو ہم یہ سمجھے کہ عید آئی
ربیع الاول تو عید ہے ہی — مگر یہ اس بار ہی ہوا ہے
کہ عید، عیدین بن گئی ہے — مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے
افق کو اس بات کی خبر تھی
کہ اس مہینے میں
میرے بھائی کے چاند ماتھے پہ پھول کھلنا لکھا ہوا ہے
تبھی تو یہ شوخیاں دِکھائیں!

سید محمد اشرف نے ہندو پاک کے معروف شاعر عرفان صدیقی کی کلیات ’’شہر ملال‘‘ کے نام سے مرتب کی ہے۔ عرفان صدیقی کی کسی حد تک ادھوری کلیات ’’دریا‘‘ کے نام سے ۱۹۹۹ء میں پاکستان سے منظر عام پر آچکی تھی مگر اُس کلیات سے خود عرفان صدیقی بھی بہت زیادہ مطمئن نہیں تھے بلکہ وہ کلیات کے نام ’’دریا‘‘ سے بھی نا مطمئن تھے۔ ان کی وفات کے بعد سید محمد اشرف نے غیر مطبوعہ کلام کو یکجا کر کے ’’شہر ملال‘‘ کے نام سے عرشیہ پبلی کیشنز سے شائع کیا۔ عرفان صدیقی کی کلیات کے لئے سید محمد اشرف نے کئی نام سوچے تھے جیسے زنجیر میں رقص، وسعتِ زنداں، منظر شب تاب، دریا سے آگے (وغیرہ) لیکن عرفان صدیقی کی شاعری کے موضوعات، متعلقات اور کیفیات کے مدنظر اُنھیں ’’شہر ملال‘‘ سب سے بہتر معلوم ہوا۔ اس مجموعے میں سید محمد اشرف کے زرنگار قلم نے عرفان صدیقی کی شخصیت اور شاعری پر جس خوب صورت انداز میں روشنی ڈالی ہے وہ انھیں کا خاصہ ہے۔ اشرفؔ مارہروی کے اس مضمون سے عرفان صدیقی کی حیات، شخصیت اور فکر و فن کے بہت سے ایسے گوشے وا ہوتے ہیں جو ہمیں کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتے۔

سید محمد اشرف بہت کم لکھتے ہیں مگر بہت اچھا اور ستھرا لکھتے ہیں۔ ایسا لکھتے ہیں جس کی گونج پوری ادبی دنیا میں سنائی دیتی ہے۔ سید محمد اشرف کی تصنیفات میں دو افسانوی مجموعے، چار ناول، ایک نعتیہ مجموعہ دو تصنیف اور تین ترتیب و تدوین کی کتابیں شامل ہیں۔ عنقریب آپ کا نیا افسانوی مجموعہ ’’میرا من قصہ سنو‘‘ اور ناول ’’مردار خور‘‘ منظر عام پر آنے والا ہے۔ اُمید قوی ہے کہ دیگر مجموعوں اور ناولوں کی طرح مذکورہ کتابیں بھی آسمان کی بلندیوں کو چھوتی کامیابی حاصل کریں گی۔

☆☆☆

Ataurrahman Shaikh Fazlurrahman
Plot No. 6, Gate No. 207, Sarve No. 117/2 , Near Khatoon, D.Ed. College, Dayane ,Malegaon- 423203 Distt. Nashik (Maharashtra) Mob. 9270969026

تصدیق نامہ ’میرا مضمون غیر مطبوعہ ہے۔ کسی اخبار/مجلہ/ اپنی یا مرتب کردہ کتاب میں شامل نہیں۔ یہ کسی کتاب/مضمون کا سرقہ یا چربہ نہیں۔ اگر کچھ نقص پایا گیا تو اُس کے لئے میں خود ذمہ دار ہوں گا۔‘‘

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد (مہاراشٹر)

بزم سخن

چہرہ رسول کا۔صدیق کا نصیب

دیکھا جب اپنی آنکھوں سے حجرہ رسول کا
دل وجد میں کرنے لگا سجدہ رسول کا
ہے مہرو مہ سے بڑھ کر جب تلوا رسول کا
پھر ہوگا کیسا حسن سراپا رسول کا
سر کو جھکائے آج بھی شرمندہ ہے فرات
جب سے گیا ہے پیاسا نواسہ رسول کا
محفوظ ہو بلاؤں سے ، رحمت کا ہو نزول
رکھا ہے گھر میں جس نے بھی شجرہ رسول کا
دنیا میں کامیاب وہ عقبیٰ میں سرخ رو
اپنایا جس کسی نے بھی اُسوہ رسول کا
ہے میری کامیابی کی بس ایک ہی وجہ
مجھ پہ کرم رہا ہے ہمیشہ رسول کا
میں اس لئے ہوں سرخرو دنیا کی بھیڑ میں
لکھتا رہا ہوں عمر بھی نغمہ رسول کا
سورج پلٹ کے آئے اور کلمہ حجر پڑھے
کرتے شجر کو دیکھا ہے سجدہ رسول کا
جن و بشر ، ملک ہی کیا اِس کائنات کی
ہر شے کی ہے زبان پر کلمہ رسول کا
گمراہ ہوگا وہ نہ جو کھایا ہو عمر بھر
رزق حلال کا ہر اک لقمہ رسول کا
ہر کائنات حسن کی وادی کھنگال کر
دیکھا ، ملا نہ کوئی بھی دوجا رسول کا
تلوار ہاتھ سے گری ، تھرا کے رہ گیا
دیکھا عمر نے جس گھڑی چہرہ رسول کا
عرش فلک سے بڑھ کر ہے صدیق کا نصیب
زانو بنا ہے دیکھئے تکیہ رسول کا

ضرب ھو کیا ہے؟

قیام کیا ہے عبادات کیا وضو کیا ہے
خیال یار نہیں ہو تو ضرب ھو کیا ہے
قبائے دل غم جاناں سے تار تار رہے
قتیل راہ وفا کے لئے رفو کیا ہے
قدم قدم پہ ہے آباد زندگی کا جہاں
درِ حبیب پہ مرنے کی آرزو کیا ہے
اگر نبی کا نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے تو
ترا لباس ترا علم اور تو کیا ہے
درِ نبی پہ پڑھوں نعت ایسے سوز کے ساتھ
حضور خود سے کہیں واہ خوش گلو کیا ہے
نگاہ حضرت یوسف سے دیکھ احمد کو
پتہ چلے گا کہ تعریف ماہ رو کیا ہے
نظر سے پینے پلانے کی رسم رکھتے ہیں
ہم اہل دل کے لئے جام کیا سبو کیا ہے
حسن حسین کو دیکھو رسول کو دیکھو
کھلے گا تم پہ کہ مفہوم ہو بہو کیا ہے
بروز حشر کھلے گا یہ راز ہر اک پر
ردائے فاطمہ زہرا کی آبرو کیا ہے
مدینے روز تصور میں آتے جاتے رہو
اگر ہے عشق تو پھر یہ کبھو کبھو کیا ہے
پلک جھپکتے ہی پتھر کو موم کرتے ہیں
مرے حضور کا انداز گفتگو کیا ہے
غلامی شہ بطحا نے بخش دی شاہی
وگرنہ دہر میں فائق کی آبرو کیا ہے

کاوش فکر: محمد نعمان اختر فائق جمالی دارالعلوم فیض الباری نوادہ، بہار(انڈیا)

إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ

میرے نبی ہیں سب سے مکرّم — کل نبیوں میں وہ ہیں معظّم
رب نے عطا کی اُن کو رفعت — ہر ہر عالم کی ہیں رحمت
اُن کی عظمت کے کیا کہنے — اُن کی شوکت کے کیا کہنے
کر دیں اشارہ سورج پلٹے — چاند بھی شق ہو کنکر بولے
کھاری کنویں ہو جائیں میٹھے — ہرنی چاہے داد انہی سے
سنگ کریں تسلیم نچھاور — غمگینوں کے وہ ہیں یاور
قصر دنیٰ تک اُن کی رسائی — قبضے میں ہے ساری خدائی
رب کی ہیں وہ ایسی نشانی — کوئی نہیں ہے اُن کا ثانی
وہ ہیں مُشاہدؔ سب سے بہتر — بعد خدا ہیں سب سے برتر
ساری کثرت اُن کو حاصل — سارے فضائل کے وہ حامل
دیکھ لو تم قرآں کے اندر — إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ

عرض نمودہ: محمد حُسین مُشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں، مہاراشٹر

سینہ سپر ہوتا ہے وہ باطل کے سامنے
ہوتا ہے پیرو کار جو سچا رسول کا
اِس دل کے ساتھ ساتھ جھکاتے جبیں بھی ہم
ہوتا روا جو شرع میں سجدہ رسول کا
تیرہ برس کی عمر سے لکھتے ہو نعت پاک
دیکھو گے کب وصیؔ میاں روضہ رسول کا

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی

حضرت سید سلمان فارسی

جب شہ کونین کی چوکھٹ کا درباں ہو گیا
اک گدائے فارسی ، رشک سلیماں ہو گیا
دیکھئے عظمت محمد مصطفےٰ کے نام کی
میم سے جونہی ملا سلماں ،مسلماں ہو گیا
کر لیا خادم کو شامل اپنے اہل بیت میں
جو کہ پروانہ تھا ، شمع بزم خوباں ہو گیا
جب کہا سرکار نے سلمان ہے میرا نقیب
پہلے گل تھا پھر وہی رشک گلستاں ہو گیا
صاحب خندق ، مشیر مصطفیٰ ، بحر العلوم
خیر کا پیکر ، امیر اہل ایماں ہو گیا
ہمدم صدیق ، عثمان و علی کا ہم نفس
جستجو میں فضل کی خود فضل یزداں ہو گیا
اس کے اوصاف کریمانہ کا ہو کیسے بیاں
قاری قرآن تھا ، موضوع قرآں ہو گیا
جنتی ایسا کہ جس کی خلد خود مشتاق ہے
یعنی سلیماں رونق گلزارِ رضواں ہو گیا
منبع دانش ، معارف کا وہ بحر بے کنار
ہوتے ہوتے سابق فارس نمایاں ہو گیا
غزوۂ احزاب میں چمکتے تھے جو ہر اور بھی
جلوۂ خورشید فارس اور تاباں ہو گیا
فخر زہد وفقر ، استغنا کا پیکر ، دل نواز
رتبہ لقمان امت ان کے شایاں ہو گیا
جس کے سردستار تھی سلمان ابن اسلام کی

نوری مورت

بڑا خوب صورت محمد کا چہرہ　　خدا کی ہے عظمت محمد کا چہرہ
ہے قرآں کی آیت ہے قرآں کی سورۃ　　ہے قرآں کی مدحت محمد کا چہرہ
یہ قرآں خدا کا کرے خود تلاوت　　کرے خود تلاوت محمد کا چہرہ
صراحت ، صباحت ، جلالت ، و جاہت　　کرامت ، لطافت محمد کا چہرہ
تکے جائیں قدسی تلک آسماں سے　　ہے کیا نوری مورت محمد کا چہرہ
کرے پل میں منکر کا پتہ ہی پانی　　لیے ہے وہ ہیبت محمد کا چہرہ
اسی سے ہے رونق جہاں کے چمن میں　　دے پھولوں کو رنگت محمد کا چہرہ
دے پھولوں کو رنگت تو کیسے کہوں میں　　گلوں کی ہے صورت محمد کا چہرہ
ابھرتا ہے دید رخِ مصطفیٰ ﷺ سے　　ہے تسکین طلعت محمد کا چہرہ
مری ہے تمنا کرنؔ خواب میں ہی　　دِکھے مجھ کو حضرت محمد کا چہرہ

نتیجۂ فکر: کرن زہرہ، کراچی، پاکستان

علی قرآنِ ناطق

علی مولائے رندانِ جہاں ہے　　علی نورِ ھدیٰ کا راز داں ہے
علی شیدا محمد مصطفیٰ کا　　علی گویا مکین لامکاں ہے
علی کی ضرب ہے ضربِ الٰہی　　علی کا نام نصرت کا نشاں ہے
علی کے ہاتھ کو کہیے یَدُ اللہ　　علی مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَا کا بیاں ہے
علی ہے کربلاؤں کی حقیقت　　علی کی داستاں کیا داستاں ہے
علی ساجد ، علی مسجودِ ہستی　　علی سجدوں کی عظمت کا نشاں ہے
علی کی یاد سے ہستی بہاراں　　علی سے بغض عرفاں کی خزاں ہے
علی شاہِ نجف شاہِ ولایت　　علی مولا ، امامِ ہر زماں ہے
علی غالب علیٰ ارض و سماوات　　علی دامادِ شاہِ ہر زماں ہے
علی مشکل کشا ظلِ نبوت !　　علی بابِ حقیقت بے گماں ہے
علی خیبر شکن شیر الٰہی　　علی مفتاحِ قلبِ آسماں ہے
علی ہے واقف رازِ حقیقت　　علی شرع و طریقت کا بیاں ہے
علی ہے رہنمائے جن و آدم　　علی لاریب میر کارواں ہے
علی نے دین کو سینچا لہو سے　　علی باغِ نبی میں گل فشاں ہے
علی کی عین کے گوہر نرالے　　علی خود معدنِ علمِ نہاں ہے
علی قاری ، علی قرآنِ ناطق　　علی کا نور بر نوکِ سناں ہے

عظمت اسلام کی خاطر وہ قرباں ہو گیا
قاسم وجعفر سے ہیں جس شیخ کامل کے مرید
مصطفٰی کی چاکری سے پیر پیراں ہو گیا
چلتے چلتے آ گیا مہتاب فاراں کے حضور
نجم فارس، چرخ طیبہ پر فروزاں ہو گیا
ذکر سلمانِ شہ کونین کی محفل ہے یہ
تازہ تر غنچہ بستانِ ایماں ہو گیا
تذکرہ شہزادؔ جب لقمانِ امت کا چھڑا
اور بھی روشن عقیدت کا شبستاں ہو گیا

نتیجۂ فکر: محمد شہزاد مجددی، صدیقی سلمانی

غزل

موافق اپنی فکروں کے عمل اکثر نہیں پاتے
بہت کچھ سوچ لیتے ہیں مگر کچھ کر نہیں پاتے
کئی بے رنگ خاکے ذہن کی تختی پہ چسپاں ہیں
مگر اُن میں مثالی رنگ کوئی بھر نہیں پاتے
کسے تقدیر سے جوڑیں، کسے تدبیر میں ٹانکیں
کبھی آنکھیں نہیں کھلتیں، کبھی منظر نہیں پاتے
مسائل حل جو ہو جائیں تو پھر ہستی کے کیا معنی
وسائل ہاتھ آتے ہیں تو چارہ گر نہیں پاتے
بسر ہوتی ہے اپنوں میں مگر پھر بھی اکیلے ہیں
در و دیوار مل جاتے ہیں لیکن گھر نہیں پاتے
ہزاروں سجدہ گاہیں تھیں مگر سر جھک نہیں پایا
جبیں جھکنے پہ آئی ہے تو سنگ در نہیں پاتے
تڑپ سجدے کی سر میں ہی رہے باقی تو اچھا ہے
صنم خانوں میں بت کوئی بجز پتھر نہیں پاتے
زمیں پر رہ نہیں سکتے کہ اب جینا ہوا مشکل
فلک پر جا نہیں سکتے کہ وہ شہپر نہیں پاتے
صنم خانے کہیں ویرانیوں میں گم نہ ہو جائیں
کہیں پتھر نہیں ملتے، کہیں آزر نہیں پاتے
کفیلؔ ان کا گلے ملنا بھی بے معنی نہیں ہوتا
بغل میں وہ مری لیکن کبھی خنجر نہیں پاتے

علی ہے ساقیِ تسنیم و کوثر   علی خود تشنہ لب تشنہ زباں ہے
علی ہے لا فتیٰ لا سیف والا   علی لیکن رضا کا پاسباں ہے
علی کو میں عُلیٰ کہہ دوں و لیکن   علی سجدے میں خود تسبیح خواں ہے
علی کے فیض سے لاہور روشن   علی کے دم سے اجمیری نشاں ہے
علی کا نام ہے کلیر میں صابر   علی سے خسروِ شیریں بیاں ہے
علی کا ہی نظامِ دہلوی ہے   علی کی ''لاٹ'' ہی قطبی نشاں ہے
علی خواجہ فریدالدیں کی منزل   علی پاکِ پتن کی جانِ جاں ہے
علی کے نام سے مولائے رومی   علی تبریز کا سر نہاں ہے
علی کا فقر ہے فخر محمد   علی لحمك لحمي جسم و جاں ہے
علی ہے کاشف رازِ حقیقت   علی وحدت میں اک کثرت نہاں ہے
علی ہے شارحِ شانِ نبوت   علی کا نام ہی حسنِ بیاں ہے
علی ہے مرکز پرکارِ ہستی   علی جب بھی جہاں ہے درمیاں ہے
علی سے اولیاء کی زندگی ہے   علی کی ذات ہی روحِ رواں ہے
علی کی یاد ہے واصفؔ علی کو   علی خود اس زمیں کا آسماں ہے

منقبت در مدح حضرت سالار مسعود غازی

(بموقع عرس مبارک: ۱۴؍رجب المرجب)

حضرت مسعود غازی اختر برج ھدیٰ   بے کسوں کا ہم نوا وہ سالکوں کا مقتدا
ساقی صہبائے اُلفت راز دان معرفت   بادشہ ایسا وہ جس کی ایک دُنیا ہے گدا
آسمان نور کا ایسا درخشندہ قمر   جس کی تابش سے منوّر سارا عالم ہو گیا
نائب شاہ شہیداں وہ محافظ نور کا   جس نے سینچا ہے لہو سے گلشن دینِ خدا
استقامت کا وہ کوہ محکم و بالا تریں   جس کے آگے کوہ آفات ومصائب جھک گیا
سادگی میں بھی ہے وہ سردار خوباں دیکھئے   کیا مقدس ذات ہے جس کی نرالی ہر ادا
نوشہ بزمِ جناں وہ بندۂ رب جہاں   حور وغلماں جس کی خدمت پر مقرر ہیں سدا
تیرے نورِ فیض سے خیرات دُنیا کو ملی   ہم کو بھی حد معظم کا ملے صدقہ شہا
یا الٰہی! تیرے بندے کے درِ پُر نور پر   گردش ایام کا میں تجھ سے کرتا ہوں گلا
یا الٰہی ! بے نیاز دہر تو کر دے مجھے   دور کر دے میرے دل سے اُلفت ہر ماسوا
اللہ اللہ یہ نصیب اخترؔ شیریں سخن   فیض مولا سے ہے وہ سالار کا مدحت سرا

از: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری، اخترؔ بریلوی

ترسیل: اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر مالیگاؤں

(ماخوذ: سفینۂ بخشش، ص ۸۰، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۱۸ء)

بزم عام

نمونۂ اسلاف مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری مصباحی

بہت پہلے یہ مضمون لکھا گیا ہے جس میں دستیاب معلومات کا اضافہ ممکن ہے لیکن اضافی معلومات دوسرے مضمون نگار کے حوالے

صادق رضا مصباحی★

غالب کا مشہور ومعروف مصرع ''نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا'' ہزاروں بار پڑھا ہے اور سنا ہے مگر ایسے لوگ کم ہی دکھائی دیے جو ستائش کی تمنا اور صلے سے بے پروا ہوکر محض رضائے الٰہی کی غرض سے خدمت دین متین کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ آج جب کہ مادیت خود بڑھ کر ہمارے دامن سے لپٹ رہی ہے، ایسے میں شہرت وناموری سے دور رہ کر بے نیازی، بےنفسی، بے ریائی اور بے لوثی کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کرنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ ایسے زمانے میں اخلاص، دردمندی، بےقراری، بےلوثی، مروت، حسن اخلاق، بےنفسی، پاکیزگی، عمدہ خصائل، علم وفضل، اصابت رائے، گہرائی وگیرائی، روحانیت، ربانی خشیت، جذبۂ دروں سے مرصع اگر کوئی پیکر جمیل مل جائے تو یقیناً وہ انسانوں کی بستی میں خدا کی رحمت سے کم نہیں۔ استاذِ گرامی محسن اہل سنت، نمونۂ اسلاف، مصلح قوم وملت حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری مصباحی صاحب قبلہ بھی ایسی ہی عظیم شخصیت میں سے ہیں۔ ان میں آپ کی بعض خصوصیات وہ ہیں جس میں آپ کا دور دور تک کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ آپ برصغیر کی علمی دنیا میں ایک نہایت مستند اور معتمد عالم دین کی حیثیت سے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

۱۹۵۲ء/ ۲۵ شعبان ۱۳۷۲ھ یک شنبہ کے روز اتر پردیش کے مشہور شہر بنارس کے محلہ چھتن پورہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ کسے معلوم تھا کہ بنارس میں ولادت پانے والا یہ بچہ بڑا ہوکر مستقبل کا درخشندہ ستارہ ثابت ہوگا اور اس کے قلمی وفکری جواہر پاروں سے ہزاروں گم گشتگان راہ مستفید ہوں گے اور کون یہ تصور کرسکتا تھا کہ یہ بچہ مستقبل میں عظیم وجلیل عالم دین بن کر تعمیری، فکری، تعلیمی، اصلاحی، دعوتی، دینی، تصنیفی، صحافتی اور تدریسی محاذ پر ایسے ایسے روشن نقوش ثبت کرے گا جس کی رونمائی کے لئے ہزاروں صحافت درکار ہوں گے۔

آپ کا پورا نام محمد عبد المبین بن محمد بشیر ہے۔ بعد میں اپنے نام کے ساتھ ''نعمانی'' بھی لگانے لگے۔ آپ نے جس گھرانے میں آنکھیں کھولیں وہ بڑا دین دار گھرانا تھا، قرآن وحدیث کے فرمودات کی باز گشت آپ کے چاروں طرف سنائی دیتی اور کیوں نہ ہوتا کہ آپ کے دادا جناب عبد الرحمان صاحب مرحوم محلے کی مسجد کے خطیب وامام تھے۔ ظاہر ہے جب گھر کا ماحول دینی ہو، گھر کے بڑے بوڑھے اسی ماحول کے رچے بسے ہوں تو جو بچہ اس میں پرورش پائے گا، اُس کے ذہن وفکر کی آبیاری بھی دین کے مزاج کے مطابق ہوگی۔ یہ اسی ماحول کا اثر ہے کہ آج تک ان کی شخصیت پر چڑھا ہوا دین کا رنگ اترا نہیں اور یہ رنگ ایسا چڑھا کہ آج دینی استقامت، تقویٰ وطہارت اور فکری اصابت حضرت نعمانی صاحب قبلہ کی شخصیت کا ایک اہم حوالہ بن چکی ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے والد گرامی محمد بشیر صاحب قبلہ اسی وقت آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے تھے جب حضرت نعمانی صاحب عہد طفولیت میں تھے۔ آپ کے عم محترم اور برادرِ بزرگ نے آپ کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی۔ پرائمری کی تعلیم جامعہ مظہر العلوم بنارس سے حاصل کی۔ یہ وہی جامعہ ہے جہاں کبھی امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے خلیفۂ اجل صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی رضوی اعظمی مصنف بہار شریعت بھی تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ افسوس کہ اب یہ ادارہ غیروں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ پرائمری سے پہلے ہی ناظرہ قرآن کی تکمیل آپ نے چچا محترم حافظ برکت اللہ مرحوم سے حاصل کی اور پھر اسی ادارے میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کردیا لیکن جلد ہی مدرسہ چھوڑ کر اپنے استاذ مولانا عبد السلام نعمانی صاحب سے پرائیویٹ تعلیم حاصل کی۔ مولانا نے آپ کو درجہ سادسہ تک پڑھایا۔ تحصیل علم کے تئیں آپ کی حد درجہ لگن اور کتابوں کے غیر معمولی ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ کے استاذ نے بھانپ لیا کہ یہ بچہ آگے چل کر بڑا نیک نام ہوگا۔

آپ کے اسی ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ کے استاذ گرامی نے آپ کو دار العلوم اہل سنت اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ کروایا جو اُس وقت پورے ملک کے طول وعرض میں اپنے معیارِ تعلیم اور عبقری اساتذہ کی وجہ سے خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ دار العلوم اشرفیہ کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی آپ کی تعلیمی لیاقت دیکھی تو بغیر ٹیسٹ کے جماعت سابعہ میں داخلہ لے لیا۔ آپ یہاں ۱۹۶۷ء میں داخل ہوئے اور دو سال کے بعد ۱۹۶۹ء میں دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ اس وقت کے آپ کے اساتذۂ گرامی میں حافظ ملت کے علاوہ علامہ عبد الرؤف حافظ جی علیہ الرحمہ، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی اور مولانا قاضی محمد شفیع مبارک پوری علیہما الرحمہ جیسے اکابر اساتذہ شامل ہیں۔ آپ کے ہم درس رفقا میں علمی دنیا کی ایک اہم ترین شخصیت خیر الاذکیا، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ سابق صدر المدرسین موجودہ ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھی ہیں۔

تدریسی خدمات: اشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ چند مہینوں تک بنارس ہی میں اپنے آبائی کاروبار ہینڈ لوم سے وابستہ ہو گئے لیکن اس کے بعد حافظ ملت کے حکم پر باقاعدہ درس وتدریس کی طرف متوجہ ہوئے اور ہندوستان کے مختلف مدارس میں یہ اہم ذمہ داری سر انجام دی اور طلبہ کی تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی خاص توجہ رکھی۔ جن مدارس میں آپ نے تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام اُن کے نام حسب ذیل ہیں: مدرسہ بحر العلوم بنارس، بحر العلوم خلیل آباد، مدینۃ العلوم بنارس، تنویر العلوم جین پور، دار العلوم ضیاء الاسلام ہوڑہ اور دار العلوم غوثیہ نظامیہ جمشید پور جھارکھنڈ، فی الوقت حضرت دار العلوم قادریہ چریا کوٹ مئو میں ناظم ومہتمم کی حیثیت سے اعزازی طور پر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہاں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے اور برسوں تدریسی واشاعتی سرگرمیوں سے وابستہ رہے اور طلبہ کی کثیر تعداد حضرت سے مستفیض ہوئی۔ اس کے بعد اپنے دعوتی اسفار، تصنیفی پیش رفت اور بے شمار دینی، ملی، تبلیغی اور تصنیفی مصروفیات کے باعث تدریس سے تو الگ ہو گئے لیکن اس کی نظامت واہتمام کی ذمے داری اب بھی حضرت کے سپرد ہے۔ اب مستقل طور پر چریا کوٹ ہی میں رہائش پذیر بھی ہیں۔

المجمع الاسلامی مبارک پور کی تعمیر وترقی میں حضرت نعمانی صاحب کا حصہ:

ہندوستان کا مایۂ ناز تصنیفی واشاعتی ادارہ المجمع الاسلامی مبارک پور جس کی مطبوعہ معیاری کتابوں کی شہرت پورے برصغیر میں ہے، کے آپ بانی رکن ہیں۔ اس اشاعتی ادارے کے قیام کا تصور حضرت نعمانی صاحب قبلہ ہی نے سب سے پہلے پیش کیا تھا۔ اس ادارے کی بنیاد آپ کے چار علمی دوستوں مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مولانا بدر القادری مصباحی اور مولانا افتخار احمد اعظمی مصباحی نے ۱۹۷۶ء میں ڈالی تھی۔ حضرت نعمانی صاحب قبلہ کا اخلاص اور بے نفسی دیکھئے کہ آپ نے کبھی نہیں کہا کہ المجمع الاسلامی کا اصل بانی میں ہی ہوں۔ یہ ادارہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مرکزی گیٹ سے مشرق کی سمت جانے والی سڑک پر ۱۰۰ رقدم کے فاصلے پر محلہ ملت نگر میں واقع ہے اور اس کی عمارت، شاندار اور باثروت لائبریری اور کتب خانہ اہل علم وذوق کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ یہ تصنیفی واشاعتی ادارہ آج اہل علم وفضل کے درمیان درجۂ اعتبار حاصل کر چکا ہے جہاں سے پچاسوں معیاری کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

چند سال قبل یہاں اہل سنت کے فروغ کے لئے ایک شعبہ بنام ''شعبۂ تربیت تصنیف'' قائم کیا گیا ہے جس میں درجۂ فضیلت سے فراغت کے بعد لوح وقلم سے ذوق رکھنے والے طلبہ داخلہ لیتے اور دو سال تک حضرت نعمانی صاحب قبلہ کی نگرانی وتربیت میں اپنے عروس فکر وقلم کو سنوارتے، سجاتے اور مہکاتے ہیں۔ اب تک متعدد طلبہ نے اس شعبے سے استفادہ کیا ہے۔ راقم الحروف بھی انہی میں سے ایک ہے۔

شرف بیعت واجازت اور اعزاز خلافت: حضرت نعمانی صاحب قبلہ شاہ زادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت وارادت رکھتے ہیں اور امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ حضرت برہان ملت جبل پوری علیہ الرحمہ سے خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ امام احمد رضا کے پیر خانے مارہرہ مطہرہ سے بھی حضرت کو خلافت واجازت حاصل ہے۔ تقریباً پندرہ سال قبل امین ملت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے انھیں خط لکھا اور عرس قاسمی میں شرکت کی دعوت دی۔ جب حضرت نعمانی صاحب قبلہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے تو حضرت امین ملت نے انھیں عرس

کے مجمع عام میں خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ عرس قاسمی میں یہ ان کی پہلی شرکت تھی۔ عجب اتفاق ہے کہ امام احمد رضا کے پیر خانے میں پہلی ہی بار بموقع عرس قاسمی حاضری کا شرف بھی حاصل ہو رہا ہے اور اسی حاضری میں خلافت کے اعزاز سے بھی مشرف کیے جا رہے ہیں۔

اسلاف سے والہانہ لگاؤ: ماضی قریب کے تقریباً تمام بزرگوں اور اہل علم سے نعمانی صاحب قبلہ کی وابستگی رہی ہے اور ان کے فیوض وبرکات سے خوب خوب مالا مال ہوئے ہیں۔ حافظ ملت تو اُن کے استاذ ہی تھے، مسلسل دو سالوں تک درس گاہ میں بھی ان کے خوانِ علم وفضل سے خوشہ چینی کرتے رہے اور سفر وحضر میں بھی ان کے فیض کے دریا سے غسل کرتے رہے۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ان کے شیخ طریقت تھے۔ اپنے پیر ومرشد کی صحبتوں سے خوب خوب برکتیں سمیٹیں اور ان کی زیارتوں سے متعدد بار شاد کام ہوئے۔ مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کی صحبتوں اور رفاقتوں سے وہ ایک نئے جہان سے آشنا ہوئے اور دینی وملی اور قومی جذبات سے آگاہی بھی حاصل کی۔ ان کے علاوہ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، مسعود ملت پروفیسر مسعود احمد نقشبندی، شرف ملت علامہ عبد الکریم شرف قادری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، رئیس القلم علامہ ارشد القادری، مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی، اپنے استاذِ گرامی علامہ حافظ عبد الرؤف حافظ جی، حضرت قاضی شمس الدین جعفری جون پوری وغیرہ ایک طویل فہرست ہے جن سے آپ نے بار بار علمی استفادہ کیا ہے۔ دورِ حاضر کے علما میں حضرت نعمانی صاحب قبلہ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ سے سب سے زیادہ متاثر ہیں جو اُن کے ہم سبق ساتھی بھی ہیں اور بہت سی باتوں میں ان کے مربی ومحسن بھی۔

مشائخ مارہرہ سے وابستگی: خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے حضرت کی وابستگی حضرت احسن العلماء اور حضرت سید العلماء جیسی عظیم ترین شخصیات کے ذریعے ہوئی۔ امام احمد رضا کا پیر خانہ ہونے کے ناطے وہ مارہرہ مطہرہ سے بچپن ہی سے عقیدت رکھتے تھے لیکن جوں جوں مارہرہ کے بزرگوں کی قربتیں نصیب ہوتی گئیں اس عقیدت کا رنگ مزید گہرا اور نکھرتا چلا گیا۔ ۱۹۷۲ء میں حضرت سید العلماء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تاسیس کے موقع پر مبارک پور تشریف لائے تو اُن کی زیارت سے اپنی آنکھیں منور کیں اور ان کی دل آویز خطابت سے اپنی سماعت کو شرف بخشا۔

مفتی اعظم ہند کے عرس چہلم میں احسن العلماء کی خطاب وزیارت سے قلب ونگاہ دونوں مستنیر ہوئے اور پھر بار بار ایسے مواقع نصیب ہوئے کہ ہندوستان کے مختلف مقامات پر اُن دو عظیم ہستیوں کی زیارت وخطابت کی سعادت ملتی رہی۔ حضرت نعمانی صاحب قبلہ خود فرماتے ہیں کہ دو یادگار واقعات نے ذہن ودماغ پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ ایک بار بنارس مالتی باغ میں انجمن نوجوانانِ اہل سنت کے جلسے میں حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ مدعو تھے۔ حضرت نے بڑا پر مغز خطاب فرمایا۔ اس میں بطورِ خاص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا بھی ذکر کیا اور اعلیٰ حضرت کے فضائل ومناقب بیان کرکے اپنا یہ شعر بھی پڑھا:

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد
حفظ ناموس رسالت کا جو ذمے دار ہے

حضرت سید العلماء کا یہ شعر پڑھنا اعلیٰ حضرت کے فضل وکمال پر پورے طورے سے دال تھا اور یہ کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے دور میں حفظ ناموس رسالت کا جو فریضہ انجام دیا وہ کچھ ایسا تھا کہ اس میں آپ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا، یہ غالباً ۷۲ء یا ۷۱ء کی بات ہے۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت نعمانی صاحب قبلہ اور ان کے رفیق مکرم حضرت مولانا بدر القادری مصباحی خانقاہوں، مزارات اور مدارس کے دورے پر نکلے۔ اتفاق سے جب مارہرہ شریف پہنچے تو اس دن محرم الحرام کی دس تاریخ تھی اور اسی دن حضرت صاحب البرکات کا عرس پاک بھی تھا۔ ان حضرات نے عرس کی تقریب سے قبل ہی حضرت احسن العلماء سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیا۔ عرس میں حضرت احسن العلماء نے تقریباً ایک گھنٹے نہایت پر مغز اور عارفانہ وعالمانہ خطاب فرمایا۔ دورانِ خطابت بار بار اعلیٰ حضرت کا ذکر کرتے اور امام احمد رضا کے اشعار سے سامعین کو محظوظ فرماتے۔ محفل کے اختتام پر حضرت احسن العلماء نے خود ہی مشہور زمانہ سلام مصطفیٰ جان رحمت پڑھا۔ آخر میں ایک شعر یہ بھی پڑھا

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

حضرت نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ شعر سن کر آنکھیں نمناک ہوگئیں اور اس سے سرکار اعلیٰ حضرت کی جو عقیدت میرے دل میں تھی،

اس کی لو اور تیز ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت کی شان وہ ہے کہ ان کے پیر خانے کے سجادہ نشین بھی ایسے عقیدت مندانہ شعر سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

موجودہ مشائخ میں حضرت امین ملت، حضرت اشرف ملت، حضرت رفیق ملت وغیرہ سے حضرت کی بڑی قلبی وابستگی ہے۔ان حضرات کی سرپرستی میں آج بزرگان مارہرہ مطہرہ کے سائے تلے جو ملت اسلامیہ کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جارہا ہے نعمانی صاحب اس سے بے پناہ متاثر نظر آتے ہیں۔خصوصاً جامعۃ البرکات علی گڑھ کے ذریعے نئی نسل کی فکری و عملی تطہیر کا جو سامان تیار کیا گیا ہے، اس سے حضرت نعمانی صاحب قبلہ بے حد مطمئن ہیں کہ یہ جامعہ طلبہ کو ایک نئے جہان سے متعارف کرارہا ہے اور ان کے لئے جہانِ تازہ کی خبر لا رہا ہے۔خانقاہ برکاتیہ کے حوالے سے حضرت نعمانی صاحب قبلہ خود فرماتے ہیں:

''اس خانقاہ کی خصوصیت اور امتیاز میری نگاہ میں یہ بھی ہے کہ خانقاہ کے ذمے داروں نے ہمیشہ مسلک حق کی ترجمانی اور تائید کی ہے اور اہل علم و دانش کی بھی قدردانی کی ہے اور ہمیشہ کسی مفتی اہل سنت کو اپنا نمائندہ بنایا ہے تاکہ شرعی معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کرسکیں اور قوم کو رجوع کی ترغیب دے سکیں۔بالکل ایسے ہی جیسے لوگ کسی کو اپنے گھر کا ڈاکٹر اور کسی کو اپنا وکیل بنا لیتے ہیں اور ان کے مشوروں پر چلتے ہیں۔پورے خانوادے کے افراد پڑھے لکھے ہونے کے باوجود جس منکسرانہ مزاج کے مالک ہیں، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے، یہ بھی بڑا امتیاز ہے اِس خانوادے کا۔خانقاہ برکاتیہ کے امتیاز کو ہم جیسوں کی نگاہیں کیا جانیں کیا پہچانیں، سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جب اس خانقاہ کو اپنی بیعت کے لئے منتخب فرمایا، اُس سے اس کا مقام اور امتیاز معلوم واضح ہے پھر سرکار سید العلماء اور احسن العلماء علیہما الرحمہ کی خدمات نے اور متاثر کیا ہے اور اُن بزرگوں کو دیکھ کر اس خانقاہ کا امتیازی مقام نگاہوں میں رچ بس گیا۔''

حضرت نعمانی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ کی کتاب ''سراج العوارف'' نے بہت متاثر کیا ہے اور فیض پہنچایا ہے اور اس خانقاہ کے بزرگوں میں حضرت سید العلماء حضرت احسن العلماء اور موجودہ سجادہ نشین حضرت امین ملت سے نعمانی صاحب قبلہ نے خوب خوب فیض پایا ہے۔

دینی، ملی، تعمیری اور تصنیفی خدمات: اس عنوان پر اگر قلم اٹھایا جائے تو بے شمار صفحات قلم بند ہو جائیں گے۔ملک بھر میں متعدد تعلیمی ادارے حضرت کی سرپرستی و نگرانی میں چل رہے ہیں۔حضرت کا اوڑھنا بچھونا ہی دینی، دعوتی، ملی تصنیفی کام ہیں۔ان کی قریب چالیس سے زائد کتابیں شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہیں، ان میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن کے ایک نہیں کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، خاص کر پنج سورہ رضویہ، ارشاداتِ اعلیٰ حضرت، انتخاب کلام اعلیٰ حضرت اور مسنون دعائیں تو ایسی مقبول و مشہور ہوئیں کہ بے شمار مقامات سے شائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

تحریر و قلم سے ان کی وابستگی زمانہ طالب علمی سے ہی رہی ہے۔دار العلوم اشرفیہ میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے درس بخاری کے حضرت نے نوٹس تیار کیے تھے، نوٹس کی کاپیاں مدرسے میں ہی نہ جانے کیسے غائب ہوگئیں۔اگر یہ نوٹس شائع ہوجاتے تو حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی محدثانہ شان بھی اجاگر کرتے اور علم حدیث کے طالب علموں کے لئے ایک بڑا سرمایہ قرار پاتے۔ابتدائی زمانے میں جب آپ نے تحریر و قلم سے اپنا رشتہ اُستوار کیا تھا تو اُس وقت کے بہت سے آپ کے مقالات ماہ نامہ اعلیٰ حضرت اور ماہ نامہ نوری کرن بریلی شریف میں شائع ہوتے۔آپ کا سب سے پہلا مضمون زمانہ طالب علم کا ۱۹۶۸ء میں علامہ بوصیری پر ''ہدیٰ ڈائجسٹ'' دہلی میں شائع ہوا تھا۔

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے لئے غالباً چار سال تک ایڈیٹرشپ کی ذمہ داریاں بھی بحسن و خوبی نبھائی ہیں۔وہ بلا شبہ قوم کے نباض ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قوم کا مرض کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔اسی کے مطابق وہ نسخہ تیار کرتے ہیں اور اپنی کتابوں اور مقالات کے ذریعے پورے پورے ہندوستان میں شائع کرا دیتے ہیں۔

ان کی کتابوں کی خاص بات یہ ہے کہ وہ ضخیم نہیں ہوتیں کہ قاری بوجھل ہوجائے اور کتاب بند کرکے رکھ دے بلکہ وہ چھوٹی چھوٹی کتابیں تیار کرتے ہیں اور وہ بھی بہت ہلکے پھلکے انداز میں تاکہ کم پڑھا لکھا انسان بھی انہیں آسانی سے سمجھ سکے اور دلچسپی سے پوری کتاب سے استفادہ کرکے اپنی دین و دنیا سنوار سکے۔بلا مبالغہ ان کے طرزِ ادا میں جو دل آویزی، دل آسانی، نرمی اور قوتِ شفا ہے وہ عہد حاضر کے نثر نگاروں میں خال خال ہی ملے گا۔وہ بصیرت افروز احساس، خلوص، درد مندی اور فن کارانہ چابک دستی کے ساتھ جو باتیں تحریر کرتے ہیں، وہ

''از دل ریزد بردل خیزد'' کے مصداق ہوتی ہیں۔حضرت نعمانی صاحب قبلہ انہی خوبیوں کی وجہ سے مقبول عوام وخواص رائٹر ہیں۔ مسلک حق کے معاملے میں وہ کسی سے بھی کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے ،وہی کہتے اور لکھتے ہیں جو حق ہوتا ہے۔ان کے افکار وخیالات سے کوئی اختلاف تو کرسکتا ہے مگر اُن کے تصلب فی الدین،اخلاص،دردمندی، تڑپ اور جذبۂ دینی کا انکار نہیں کرسکتا۔

وہ جس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ یہ کام انجام دے رہے ہیں،راقم الحروف کو اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔اب تک سیکڑوں کتابوں کی تصحیح کرچکے ہیں اور انھیں قابل اشاعت بنا کر نئی پود کو مستقبل کے لئے تیار کرچکے ہیں۔معاصر منظر نامے پر جو نئے قلم کار اہل سنت کی نمائندگی کررہے ہیں،ان میں زیادہ تر نے کسی نہ کسی طرح حضرت ہی سے خوشہ چینی کی ہے۔ان کی خدمت میں کچھ ساعت گزار لو تو ذہن وفکر معلومات کے موتیوں سے جگمگا اٹھتے ہیں۔کتابوں سے ان کے عشق کا عالم یہ ہے کہ آپ ان سے ہندوستان و پاکستان میں شائع ہونے والی اہل سنت کی کتابوں کے بارے میں پوچھ لیں،وہ فوراً بتادیں گے کہ کتاب کا لکھنے والا کون ہے،کس موضوع پر ہے،کہاں سے شائع ہوئی ہے اور کتنی بار شائع ہوچکی ہے۔اس معاملے میں ان کا حافظہ بلا کا ہے۔

حضرت نعمانی صاحب قبلہ بلا شبہ اسلاف کا نمونہ ہیں۔حضرت حافظ ملت کے بارے میں جس اخلاص کا تذکرہ بار بار سنتا اور پڑھتا آیا ہوں،وہ میں نے حضرت نعمانی صاحب میں خوب خوب پایا ہے۔ اخلاص کا نمونہ ہیں،ہمارے نعمانی صاحب۔یہ بات پہلی مرتبہ منظر عام پر آرہی ہے کہ ''استقامت'' ''ڈائجسٹ'' کے جتنے بھی خصوصی شمارے شائع ہوئے ہیں،ان میں سے بیشتر کی ادارت واشاعت کے پیچھے حضرت نعمانی صاحب قبلہ کی کوششیں کارفرما رہی ہیں۔ان نمبروں میں خاص کر مفتی اعظم ہند نمبر،رسول عربی نمبر اور تحفظ عقائد نمبر کے لئے مضامین کا حصول اور کتاب کی ترتیب وادارت وغیرہ سے حضرت ہی کے ذریعے انجام پائی ہے حتیٰ کہ اشتہارات کی فراہمی میں بھی حضرت کی کوششیں رہی ہیں۔رسول عربی نمبر اور تحفظ عقائد نمبر میں تو نعمانی صاحب قبلہ اور حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ کے کئی مضامین ہیں جو دوسروں کے ناموں سے شائع ہوئے ہیں۔اس کام کے لئے ان دونوں بزرگوں نے مبارک پور سے کئی بار کان پور تک کا سفر کیا،سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور استقامت کے مالک وایڈیٹر حضرت مولانا حافظ ظہیر الدین خاں مرحوم(اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے)سے کبھی حق معاوضہ حتی کہ آمد ورفت کا کرایہ بھی طلب نہیں کیا، اگرچہ حافظ صاحب اپنے طور پر کچھ نہ کچھ خدمت کردیا کرتے۔

یہ حضرت نعمانی کے اخلاص،بے لوثی،بے نفسی،بے ریائی اور اہل ست کے فروغ کی سچی تڑپ کا بہترین نمونہ ہے۔

اس طرح کی ایک نہیں درجنوں کتابیں ہیں جن کی اشاعت میں نعمانی صاحب کا کلیدی کردار ہے۔

حیات نعمانی کا ایک روشن پہلو: حضرت نعمانی صاحب قبلہ کی حیات کا ایک بڑا روشن پہلو یہ ہے جس میں اکثر و بیشتر علما ومشائخ ان کے شریک وسہیم بھی نہیں کہ حضرت اپنی بے پناہ دعوتی، تصنیفی، دینی،فکری،تدریسی اور اشاعتی ذمے داریوں اور مصروفیات کے باوجود اپنے بچوں کی تربیت سے کبھی غافل نہیں رہے۔یہ وہ وصف ہے جو اُنھیں دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔عام طور پر ہمارے علمائے کرام اپنی مصروفیات سے چاہتے ہوئے بھی وقت نہیں نکال پاتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے بچوں کو وہ تربیت نہیں مل پاتی جس کے وہ حق دار ہیں لیکن حضرت نعمانی صاحب قبلہ کے تمام بچے ماشاء اللہ دینی تربیت سے مزین ہیں۔ان کے دو بیٹے تو باصلاحیت عالم دین ہیں۔ بڑے بیٹے مولانا اختر الاسلام علیمی دار العلوم قادریہ چریا کوٹ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔تحریر وقلم سے وابستگی ان کی سرشت میں داخل ہے۔بڑے عمدہ ذوق کے حامل ہیں۔دوسرے بیٹے مولانا ازہر الاسلام مصباحی نے جامعہ ازہر مصر سے تخصص فی الادب العربی کیا ہے اور اب جامعہ اشرفیہ مبارک میں مسند تدریس کو زینت بخش رہے ہیں۔انہوں نے اپنے والد گرامی کی قلمی وفکری وراثت سنبھالی ہوئی ہے۔تیسرے بیٹے مولوی ڈاکٹر مبشر رضا بنارس میں کسی پرائیویٹ اسپتال میں پریکٹس کررہے ہیں،چوتھے بیٹے عارف رضا نعمانی جامعہ اشرفیہ میں درجہ سادسہ کے طالب علم ہیں(فارغ ہوچکے ہیں اور آج ماہ نامہ ''پیام برکات'' مارہرہ شریف کے مدیر ہیں)اور پانچویں بیٹے محمد ضیغم علیم چریا کوٹ ہی میں ابھی ابتدائی تعلیم کے مراحل سر کررہے ہیں۔ حضرت کی دو بیٹیاں بشریٰ اور خضریٰ ہیں۔یہ سب کے سب مکمل طور پر اسلامی تعلیم وتربیت میں ڈھلے ہوئے ہیں اور عمدہ خصالی میں اپنی مثال

آپ ہیں اور اپنے عظیم والد گرامی کی نیک نامی میں اضافہ کررہے ہیں۔سب نے اپنے والد کی علمی، روحانی، قلمی، دینی اور فکری امانتوں کا وافر حصہ پایا ہے۔اللہ عزوجل اس خانوادے کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے۔

فروغ اہل سنت اور حضرت نعمانی صاحب:

آپ جب بھی حضرت نعمانی صاحب قبلہ سے ملاقات کریں گے، وہ گفتگو کا رخ جماعتی احوال کی طرف موڑ دیں گے۔المجمع الاسلامی مبارک پور میں دوسالہ تربیت تصنیف کے دوران راقم الحروف کا اِس کا نہایت گہرا مشاہدہ ہو چکا ہے۔جب بھی کوئی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا، اگر وہ کوئی عام آدمی ہوتا تو دعا وسلام وخیریت کے بعد یہ سوال ضرور کیا جاتا کہ آپ کے گاؤں یا شہر میں مسلمانوں کی کتنی آبادی ہے، کتنی مساجد ہیں، اہل سنت سے کتنے لوگ وابستہ ہیں، کتنے علما ہیں اور کیا کررہے ہیں اور وہاں کی دینی سرگرمیاں کیا ہیں۔حاضر باش اگر عالم دین ہے اور لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتا ہے تو یہ سوال ضرور ہوتا کہ آپ کیا کررہے ہیں۔اس موضوع پر ابھی ہمارے یہاں کوئی کتاب نہیں، یا اگر ہے بھی تو معیاری نہیں لہٰذا اِس پر لکھئے، اِن اِن موضوعات پر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ان کی مجالس میں حاضری دینے والا ضرور کچھ نہ کچھ لے کر اٹھتا ہے اور نئے جذبے سے سرشار ہوجاتا ہے۔

اہل سنت کے فروغ کے لئے وہ ہر وقت تیار رہتے ہیں، وہ آپسی نظریاتی اختلافات کو مخالفت اور جنگ میں تبدیل کرنے کے سخت خلاف ہیں۔وہ اہل سنت میں اتحاد کے عظیم داعی ہیں۔اہل سنت کے فروغ اور اتحادِ امت کے لئے ان کی تجویز یہ ہے کہ

’’سنی خانقاہوں کو جوڑا جائے، خانقاہوں میں علم دین کے فروغ کے لئے جدوجہد کی جائے۔کم پڑھے لکھے لوگ جو فتاوے حتی کہ کفر کے فتاوے بے سوچے سمجھے صادر کررہے ہیں، اس پر کسی طرح قدغن لگائی جائے، اس کے لئے ذمے دار مفتیانِ کرام وا کابر علمائے اہل سنت کو متوجہ کیا جائے کہ وہ اس طرح کی بے راہ روی کو روکنے کے لیے پوری پوری کوشش کریں اور ملت کو انتشار سے بچائیں۔یوں ہی جاہل مقررین اور نام کے مفتی اسٹیجوں پر بے دھڑک فتوؤں کی بوچھار کرنے سے گریز کریں۔فروعی اختلافات اتنے نہ بڑھ جائیں کہ کسی عالم یا مفتی کی ہتک عزت ہوجائے، کچھ تو اس پر عامل ہیں اور کچھ خاموش حوصلہ افزائی کررہے ہیں جس سے ملت کا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ذمے دار حضرات کو اپنی ذمے داری نبھانی چاہیے اور اپنے مقام ومرتبے کا خیال رکھنا چاہیے۔‘‘

خدمت قرآن: حضرت کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھیں خدمت قرآن کا موقع ملا ہے۔تراجم قرآن میں سب سے معتبر، مستند اور اہم ترین امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن ’’کنز الایمان‘‘ ہے۔اس میں بہت سی کتابت کی اغلاط تھیں اور یہ ترجمہ یوں ہی مارکیٹ میں فروخت ہورہا تھا۔حضرت نعمانی صاحب قبلہ نے اس کی تصحیح کا فریضہ انجام دیا ہے۔انہوں نے ممکنہ حد تک اُسے غلطیوں اور پروف کی خامیوں سے پاک کر دیا ہے۔اب یہ ترجمہ مارکیٹ میں دستیاب ہے اور کئی نشریاتی ادارے اب اسی کو شائع کررہے ہیں۔حضرت کی اس عظیم خدمت کے صلے میں کئی سال قبل مارہرہ شریف میں حضرت امین ملت کے ہاتھوں اعزاز سے بھی نوازا گیا، اُنھیں پچاس ہزار روپے بھی پیش کیے گئے۔ابھی حال ہی میں ادارہ نشان اختر۔اور۔رضا اکیڈمی ممبئی کے زیر اہتمام الفی قرآن بھی آپ کی نگرانی وتصحیح کے بعد شائع ہوا ہے۔اس کی ہر سطر کا پہلا حرف الف سے شروع ہوتا ہے۔یہ الفی قرآن بھی شائع ہوکر مقبول ہورہا ہے۔اس وقت حضرت نعمانی صاحب کنز الایمان کے عام نسخوں کے لئے کام کررہے ہیں۔پہلا جو کام کیا تھا اُس پر مزید نظر ڈال رہے ہیں اور کنز الایمان کے مشکل الفاظ کا فرہنگ بھی تحریر کررہے ہیں۔یہ کنز الایمان ان شاء اللہ جلد ہی دستیاب ہوگا۔خدمت قرآن حضرت نعمانی صاحب کی حیات کا غیر معمولی اثاثہ اور عظیم ترین سرمایہ ہے۔

موجودہ سرگرمیاں: دعوت وتبلیغ کی ذمے داری نبھانا، اصلاحی تقریریں کرنا، اصلاحی کتابیں اور مقالات لکھنا اور لکھوانا، المجمع الاسلامی مبارک پور کی اشاعتی سرگرمیوں میں حصہ لینا، علما وطلبہ کی کتابوں پر نظر ثانی واصلاحات کرنا، نئے تعلیم کاروں کی حوصلہ افزائی کرنا، ان کی کتابوں اور مقالات کی تصحیح کرنا، حضرت کے محبوب مشاغل ہیں۔وہ کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں، انھیں مشورے دیتے، کام کی تحریک عطا کرتے اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔اس طرح سے دیکھا جائے تو حضرت کی تصحیح شدہ کتابیں ہزاروں میں ہوں گی۔حضرت نہ جانے کتنے مصنفین کے استاذ ہیں۔وہ جہاں بھی جاتے ہیں، ان کی درس گاہ لگ جاتی ہے اور طلبہ وعلما، مصنفوں ومقررین ان سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔سیکڑوں کتابوں پر آپ کی تقاریظ وتقادیم ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۸ پر دیکھیں)

۶۵ واں سالانہ عرس مقدس قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج عبدالقادر شاہ میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عکس جلال فاروقی، شجاعت حیدر کراری، سخاوت عثمانی، قربت شاہ شرافتی، قبلۃ العارفین، کعبۃ السالکین، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، عارف باللہ، قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج سید سجاد اللہ صاحب المعروف عبدالقادر شاہ میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محلہ مہمان شاہ میاں میں واقع مزار مقدس شاہجہاں پور

تاریخ وصال شریف: ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ بروز پیر/ ۷، اکتوبر ۱۹۵۸ء۔**عرس مقدس:** ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ/ ۱۹ نومبر ۲۰۲۱ء

کو قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج عبدالقادر شاہ میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ۶۵ واں سالانہ عرس مقدس مسجد شاہ صاحب والی المعروف درّ خاں صاحب والی واقع محمد زئی شاہجہاں پور میں منعقد کیا گیا۔عرس مقدس زیر سرپرست وبانی جناب الحاج محمد غلام غوث خاں زمیں دار صاحب کی سرپرستی میں منعقد ہوا: بوقت دن ۱۱ بج کر ۲۸ منٹ پر فاتحہ خوانی کی گئی۔عرس مقدس میں جناب الحاج حضور احمد منظری صاحب خطیب وامام جامع مسجد بڑی عیدگاہ، جناب الحاج مولانا محمد اکرام صاحب، جناب الحاج محمد انیس عطاری صاحب بانی مدرسہ فیضان مدینہ، جناب سید نذیر احمد ثقلینی وغیرہ نے شرکت کی۔مدرسہ غوث الثقلین کے مکمل کابینہ حضرات اور طلبہ حضرات الحاج شفیع اللہ منصوری صدر مدرسہ غوث الثقلین، الحاج عبدالحفیظ انصاری ثقلینی منیجر مدرسہ غوث الثقلین، اسلم منصوری ثقلینی، الحاج اسلم انصاری، ارشاد علی ثقلینی، ماسٹر عبداللطیف ثقلینی، شبو خاں ثقلینی، الحاج طارق اسلم ثقلینی، حافظ عبدالسلام ثقلینی، حافظ شمو ثقلینی نائب قاضی صاحب، حافظ محمد رضوان ثقلینی، محمد رفیع ثقلینی، محمد شفیع ثقلینی، منا ثقلینی، غلام وارث ثقلینی، حافظ محمد ریحان ثقلینی، حافظ عبدالاحد ثقلینی، حافظ محمد اعظم خاں ثقلینی، حافظ تیمور خاں ثقلینی، حافظ محمد فیضان ثقلینی، فرمان ثقلینی، محمد ساحل، محمد فیضان سعید ثقلینی انجینئر، امام بخش ثقلینی عرف بھیا وغیرہ نے شرکت کی۔

نامہ نگار: ریاضی والا، خادم مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف، شاہ جہاں پور (یوپی) 9616809591

خودداری اویسی، مہمان نوازی عربی، شفقت ثقلینی، رئیس القلم، مضمون نگار، تصوف تحریر، فرماں بردار، جاں نثار والدین، درس تعظیم عوام الناس، میاں حضور کے بعد اقربا میں ہر دل عزیز، مساجد ومدارس وخانقاہ شریف میں دست درازی، راغب مرشد، میاں حضور کے مریدین سے گفتار حسن اخلاق، میاں حضور کے منظورِ نظر، نظر فراست، قول میزانی تبسم لب، سلام پہل، رفتار مجاہدانہ، اخلاق کریمانہ، انداز صوفیانہ، باریش باوقار، میاں حضور کے قلب رفیق قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج دادا پیر علیہ الرحمہ کی خانقاہ شریف میں میاں حضور کے حکم کے تحت خدمت گزار، مخدوم گرامی وقار، محترم المقام لائق صد احترام عالی جناب ممتاز میاں صاحب المعروف بڑے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرپرست شاہ ثقلین اکیڈمی آف انڈیا بریلی شریف آپ کا مزار مقدس بر مقام ککرالہ شریف ضلع بدایوں شریف۔

تاریخ وصال شریف: ۹ صفر ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ/ ۱۷ ستمبر ۲۰۲۱ء۔**تاریخ عرس مقدس:** ۹/ صفر ۱۴۴۵ھ بروز اتوار ۱۴، اگست ۲۰۲۴ء

دستگیری مریدین، محافظ طریقت، قبۃ العارفین، کعبۃ السالکین، سخاوت حیدر، پیکر محسن انسانیت، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، عارف باللہ قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج میاں حضور دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ مجاز قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج مولوی شاہ شرافت علی میاں رحمۃ اللہ عیہ دادا پیر علیہ الرحمۃ الرضوان محلہ شاہ آباد بریلی شریف کے یوم ولادت باسعادت کی سالگرہ شمسی تاریخ کے اعتبار سے ہے۔

یوم ولادت: ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ بروز جمعرات ۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء۔**یوم سالگرہ:** یکم رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ بروز بدھ/ ۱۳ مارچ ۲۰۲۴ء

شمارۂ دنیوی سے ظاہری، عمر صغیر، فیض منصب، نسبت اعلیٰ وافضل، مقامی اعتبار سے عظیم سے عظیم، شان شہانہ، قلب نظر، سرور منظورِ نظر، قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج محمد صادقین خلف زادہ قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج میاں حضور دامت برکاتہم العالیہ محلہ شاہ آباد بریلی شریف کے یوم ولادت باسعادت کی سالگرہ شمسی تاریخ کے اعتبار سے ہے۔

یوم ولادت: ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ بروز پیر ۵ مارچ ۲۰۰۳ء۔**سالگرہ:** ۲۳ شعبان ۱۴۴۴ھ بروز منگل/ ۵ مارچ ۲۰۲۴ء

منبع کشف وکرامت، چراغ انجمن اولیاء اللہ، کریم النفس، محب الفقراء والمساکین، سخاوت حیدری، مرد آگاہ حق، عارف کامل، راز دارِ ربانی، دستگیری مریدین، قبلۃ العارفین، کعبۃ السالکین، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، مفتی زمانہ، ظل الہی، قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج احمد علی شاہ میاں رحمۃ اللہ علیہ رامپور شریف

تاریخ وصال شریف: ۱۳ محرم ۱۲۶۶ھ بروز دوشنبہ (پیر) ۱۳ دسمبر ۱۸۳۹ء۔**تاریخ عرس مقدس:** ۱۳ محرم ۱۴۴۵ھ بروز اتوار/ ۲۰ جولائی ۲۰۲۴ء

ثقلینی ہیں ہم۔منظر ہمارا دیکھ لو۔

کمپوزنگ ومرتبہ: مریم ثقلینی بنت منا ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور